

ترتیب

حافظ حسن مدنی

www.KitaboSunnat.com

مغربی مسلمانوں

کے

روزمرہ مسائل اُن کا شرعی حل

فتاویٰ فقہاء شریعت اُسبلی امریکیہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ



مجلس التحقيق الاسلامي



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



مغربی مسلمانوں

کے

روزمرہ مسائل کے شرعی حل

فتاویٰ فقہاء شریعت اسمبلی امریکہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی



جملہ حقوق محفوظ ہیں!

کتاب..... مغربی ممالک کے مسلمانوں کے مسائل
جوابات..... فقہاء شریعت اسمبلی، امریکہ
تدوین..... حافظ حسن مدنی
ناشر..... مجلس التحقیق الاسلامی
سال طباعت..... فروری ۲۰۰۵ء
قیمت..... ۴۰ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
دار السلام، اردو بازار، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ نعمانیہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
دفتر ماہنامہ محدث، ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور
مکتبہ اسلامیہ، امین پور بازار، فیصل آباد

ڈسٹری بیوٹر اسلامک کمپونیکیشنز
LG-45، سنٹرل پلازہ، برکت مارکیٹ، نیوگاردن ٹاؤن لاہور
☎ 5841816, 0333-4213525

فہرست مسائل

صفحہ
۸

۹

مسئلہ
عرض ناشر

① غیر مسلم عدالتوں سے فیصلہ کروانا؟

۳۰ تا ۱۳

نکاح و طلاق کے مسائل

باب اول

- ② خاوند کے علم میں لائے بغیر عدالت سے طلاق حاصل کرنا ۱۳
- ③ بعض شہری مفادات کے لئے پیپر میرج ۱۴
- ④ مسلمان کا امریکی عدالت میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا؟ ۱۶
- ⑤ مغربی ممالک میں غیر مسلم عورتوں سے نکاح؟ ۱۷
- ⑥ مسلمان مرد کا ہندو عورت سے نکاح؟ ۱۸
- ⑦ مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کرنا؟ ۱۹
- ⑧ عورت کا مسلمان ہو جانے کے بعد غیر مسلم کے نکاح میں رہنا؟ ۲۰
- ⑨ خلع کے قواعد اور طریقہ کار ۲۱
- ⑩ بیوی کا شوہر سے خلع کا مطالبہ ۲۲
- ⑪ خاوند کی قید کی صورت میں بیوی کتنی مدت انتظار کرے؟ ۲۳
- ⑫ پہلی بیوی سے خاوند کی بے رخی؟ ۲۵
- ⑬ ناجائز تعلق کو شرعی نکاح میں تبدیل کرنا؟ ۲۷
- ⑭ زانیہ کے بچے کا مسئلہ اور اس کی نسبت؟ ۲۸
- ⑮ استقاط حمل کی صورت میں کفارہ کی مالیت؟ ۳۰

۳۳۵۳۱

﴿ مال اور روزگار کے مسائل ﴾

باب دوم

۳۱

۱۶) شراب خانے کے مسلمان مالک کی دعوتِ طعام میں شرکت

۳۲

۱۷) حرام کمائی والے شخص کا صدقہ قبول کرنا؟

۳۳

۱۸) برائی میں تعاون کرنے والی ملازمت کا مسئلہ

۳۹۵۳۵

﴿ زکوٰۃ کے مصارف ﴾

باب سوم

۳۵

۱۹) دعوتی سرگرمیوں کے لئے مالی زکوٰۃ کا استعمال؟

۳۶

۲۰) دعوتی سرگرمیوں میں کمی بیشی کی بنا پر زکوٰۃ دینے میں ترجیح؟

۳۷

۲۱) بدعتیوں کی مساجد کے ساتھ تعاون؟

۳۸

۲۲) سود پر خریدے گئے مکان کی باقی اقساط کا مسئلہ

۳۹

۲۳) اتفاقاً دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۴۵۵۴۱

﴿ صدقہ فطر کے بعض مسائل ﴾

باب چہارم

۴۱

۲۴) صدقہ فطر میں معینہ غذائی جنس کی بجائے مالیت وغیرہ ادا کرنا

۴۱

۲۵) صدقہ فطر کی جگہ غذائی اشیاء کے کوپن تقسیم کرنا؟

۴۳

۲۶) صدقہ فطر کے مال سے کپڑوں کی تقسیم کر دینا؟

۴۴

۲۷) صدقہ فطر کو عید سے چند روز قبل تقسیم کرنا؟

۴۴

۲۸) چندے کے ڈبوں میں صدقہ فطر کی رقم کی تقسیم؟

۵۱۶۴۷

دعوت و تبلیغ اور مساجد سے متعلق مسائل

باب پنجم

۴۷

۳۹ مسجد میں غیر مسلم کو خطاب کی اجازت؟

۴۸

۴۰ غیر مسلم خواتین کی نامناسب لباس میں مسجد میں آمد؟

۴۹

۴۱ مسجد میں موسیقی والی اسلامی فلمیں دکھانا؟

۵۱

۴۲ بچوں کے لئے اسلامی فلموں میں موسیقی؟

۵۱

۴۳ چھوٹی عمر کی لڑکی کا مسلمانوں سے خطاب؟

۶۴۵۳

اختلافِ مریوزن اور غیر مسلموں سے میل جول

باب ششم

۵۳

۴۴ نوجوان مرد، نوجوان عورت کو ٹیوشن پڑھا سکتا ہے؟

۵۴

۴۵ عورتوں کے لئے 'کیر' جیسی تنظیموں میں شرکت کا حکم؟

۵۴

۴۷ 'فی جل' میں مسلمانوں کی شرکت؟

۵۵

۴۸ غیر مسلموں کی قومی تقریبات میں شرکت؟

۵۶

۴۹ اپنے غیر مسلم خاندان کی سالگرہ تقریب میں شرکت؟

۵۷

۵۰ مغربی معاشرے میں بازاروں میں ملنے والا عام گوشت

۶۱

۵۱ داڑھی کا حکم؟

۶۲

۵۲ کسی کی وفات پر کیا کرنا چاہئے؟

۶۲

۵۳ انتخابات میں حصہ لینے کا حکم؟

عرض ناشر

اکتوبر ۲۰۰۲ء میں امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن میں 'مجمع فقہائے شریعت، امریکہ' (Assembly of Muslim Jurists of America) کا تاسیسی اجلاس منعقد ہوا، جس میں دنیا بھر سے اہل علم کو دعوت دی گئی۔ پاکستان سے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی اور مولانا ارشاد الحق اثری، فیصل آباد رکن کی حیثیت سے اس میں شامل ہوئے۔ مجمع کا مرکزی دفتر میری لینڈ میں قائم کیا گیا۔ اس اجلاس میں ایک کمیٹی تشکیل پائی جس کو ہمہ وقت شرعی سوالات کے جوابات دینے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

۱۳ سال مئی ۲۰۰۳ء میں امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کے شہر ساکرامینٹو میں بھی ایک اہم دعوتی کانفرنس تھی، جس میں محترم حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ بھی شریک تھے۔ یہاں 'مجمع' کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر صلاح صاوی سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے محترم حفظہ صاحب کو کمیٹی کی طرف سے صادر شدہ چند فتوے پیش کئے۔ چونکہ سوالات کی نوعیت ایسی تھی جو عموماً یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کو درپیش ہوتے ہیں، اسی طرح جوابات بھی کسی ایک عالم دین کی طرف سے دینے کی بجائے باقاعدہ مجلس علما نے اجتماعی کاوش کے طور پر ان کے بارے میں شرعی رہنمائی پیش کی، اس بنا پر جوابات کی افادیت اور علمی حیثیت بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ افادہ عام کی غرض سے ان کا اردو ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کروانے میں بھی سلاست اور روانی کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا۔

بعض ایسے فتاویٰ جات جن میں کوئی تشکیکی محسوس ہوتی تھی، ان پر حضرت شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب سے نظر ثانی کی درخواست کی گئی اور اس کتاب میں بعض مقامات پر حافظ صاحب کے قیمتی حواشی بھی شامل اشاعت کئے گئے۔ آئندہ بھی اس نوعیت کے سوال

و جواب شائع کیے جاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غیر مسلم عدالتوں سے فیصلہ کروانا؟

سوال ۱: اگر ایک مسلمان مرد اور اس کی مسلمان بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو کیا فریقین میں سے کسی کے لئے جائز ہے کہ مروجہ (غیر شرعی) قوانین اور غیر مسلم عدالتوں کی طرف رجوع کرے اور اسلامی فیصلہ پر عمل نہ کرے۔ کیونکہ امریکی عدالت (طلاق کی صورت میں) عورت کو مرد کی آدھی جائیداد دلاتی ہے جبکہ اسلام اسے صرف حق مہر (بشرطیکہ پہلے ادا نہ کیا گیا ہو) اور نفقہ دلاتا ہے؟ کیا عورت اس عدالت کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگی؟ وہ اپنے خاوند سے اس طرح جو مال ناحق وصول کرتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

بیز غیر مسلم جج کے فیصلے کے بعد کیا کسی مسلمان عالم کے لئے جائز ہے کہ اس مرد اور عورت کے درمیان مصالحت کی بات چیت کرے؟

جواب: جو عدالت شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہے، اس کے سامنے مقدمہ دائر کرنا جائز نہیں، خواہ وہ مسلمانوں کے ملک میں ہو یا غیر مسلم ملک میں: بشرطیکہ اس کا متبادل شرعی انتظام موجود ہو جو حق دار کو حق دلا سکے، اور مظلوم کی داد دی کر سکے۔ اس بارے میں قرآن و حدیث کی نصوص بہت زیادہ ہیں، اور اس پر علما کا اجماع ہو چکا ہے۔ وہ تمام دلائل جن سے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا وجوب ظاہر ہوتا ہے، اور شریعت سے پہلو تہی کرنے والوں کا کفر و نفاق ثابت ہوتا ہے، وہ سب اس مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ جب شریعت کے مطابق فیصلہ کروانا ممکن ہو تو اسے چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہونا منافقت ہے، جس کے ساتھ ایمان موجود نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا يُنْزِلُ مِنْ

قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا، وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ (النساء: ۶۰، ۶۱)

”کیا آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی (شریعت) پر، اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی (کتابوں) پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اس کے باوجود) چاہتے ہیں کہ ’طاغوت‘ سے فیصلہ کروائیں حالانکہ انہیں اس کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان انہیں دور تک گمراہ کر دینا چاہتا ہے، اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی (شریعت) کی طرف اور رسول کی طرف آ جاؤ تو آپ دیکھتے ہیں کہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رک جاتے ہیں۔“

مزید فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلُمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: ۶۵)

”سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلے آپ اُن میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ (انہیں) قبول کر لیں۔“

جب شرعی عدالتیں تو موجود نہ ہوں لیکن حاملینِ شریعت علما سے (انفرادی سطح پر) فیصلہ کروانا ممکن ہو، تو پھر اس کی پابندی ضروری ہے۔ اجتہادی مسائل میں ان کے فیصلے تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ قاضی کے فیصلے اور شرعی ثالث کے فیصلے سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی علاقے میں شرعی حکمران موجود نہ ہو تو یہ معاملات طے کرنا علما کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ تب علاقے کے علما ہی شرعی حاکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا مغربی معاشرے میں رہنے والی مسلمان کمیونٹی کو چاہئے کہ ایسے انتظامات کرے کہ مسلمان اپنے جھگڑوں کے فیصلے شریعت کے مطابق کروا سکیں، اور ایسے افراد متعین ہونے چاہئیں جو شرعی احکام کی روشنی میں ان کے جھگڑے طے کر سکیں۔

۱۱ جب یہ صورت ممکن نہ ہو، کیونکہ فریق مخالف علمائے شریعت کے فیصلے کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں، اور اسے ایک باختیار حاکم ہی ظلم سے روک سکتا ہے، تب اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم سے نجات پانے کے لئے رائج قوانین کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ جب کوئی اور راستہ نہ رہے تو ان کی طرف رجوع کرنے والا کسی ملامت کا مستحق نہیں۔ کیونکہ شریعت سے فیصلہ نہ کروانے والے کے نفاق اور کفر کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں، وہ ایسے حالات میں نازل ہوئی تھیں جب شریعتِ مطہرہ کے مطابق فیصلہ کروانا ممکن تھا۔ اس وقت جو شریعت سے اعراض کرتا تھا، وہ اپنی خوشی اور اختیار کے ساتھ، طاغوت کے فیصلے کو اللہ اور رسول کے فیصلے سے بہتر سمجھ کر شریعت سے اعراض کرتا تھا۔

۱۲ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ اس (غیر شرعی عدالت) کے سامنے جو مطالبہ پیش کیا جائے وہ شریعت کی رو سے جائز ہو۔ اس کے صرف اس فیصلے پر عمل کرنا حلال سمجھا جائے جو شریعت کے مطابق ہو۔ مثلاً اگر ایک مقروض جو آسانی سے قرض واپس کر سکتا ہے لیکن بلاوجہ ٹال مٹول کرتا ہے۔ اس کے خلاف موجودہ عدالت میں صرف اصل قرض کی واپسی کا دعویٰ دائر کیا جائے۔ اگر عدالت مدعی کے حق میں کچھ سود کی رقم کا بھی فیصلہ دے، تو اس کے لئے (سود کی) یہ رقم وصول کرنا حرام ہوگا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔

۱۳ مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں طلاق کی خواہش مند خاتون کو غیر شرعی عدالت کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ اسے شریعت سے زیادہ دلوائے گی۔ لہذا اس کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں وہ گنہگار ہوگی۔ اگر اس کو جائز سمجھتی ہے تو کفر اکبر کے ایک عمل کی مرتکب بن جائے گی۔ اور جب وہ اپنے خاوند سے جتنا مال شریعت کے حکم کے خلاف وصول کرے گی، وہ حرام مال ہوگا، جسے وصول کرنا اور اس پر قبضہ کرنا حرام ہوگا۔ اگر وہ طویل عرصہ تک اس کے قبضے میں رہے، تب بھی حلال نہیں ہوگا۔

۱۴ اگر عورت غیر شرعی جج سے فیصلہ کرانے پر مجبور ہو، اور وہ اس کے حق میں اس مال کا فیصلہ کر دے جو شریعت اسے نہیں دلاتی، اور عورت اس باطل امر پر مصر ہو، اس صورت میں

جائز ہے کہ کوئی شخص اصلاح کی نیت سے اس عورت سے بات چیت کر کے اسے اس چیز سے دست بردار ہونے پر آمادہ کرے جو حج نے تو اسے دلوائی ہے لیکن شرعی طور پر اس کا حق نہیں۔ یہ حسبِ مقدور خرابی کو کم کرنے اور ظلم کو ہلکا کرنے کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ”اللہ سے ڈرو، جتنی تمہیں طاقت ہو۔“ اس نیت سے مداخلت کرنے والا ثواب کا مستحق ہے کیونکہ شریعت کا بنیادی اصول مصالح کا حصول و تکمیل اور مفاسد سے رکاوٹ اور تقلیل ہے۔ (اللہ اعلم)

یہاں خصوصاً مغربی ممالک کو ایک اور مسئلہ بھی درپیش ہے، وہاں چونکہ مالی کفالت صرف مرد کے ذمے ہونے کی بجائے مرد و عورت دونوں ہی کمائی کرتے ہیں اور دونوں اپنے مال سے گھر کی تعمیر و تکمیل میں حصہ لیتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی کا تعلق قائم رہنے کی مدت کے دوران مالی معاملات ایک دوسرے سے متعلق ہونے کی بنا پر مالی حقوق کا فیصلہ کس طرح کیا جائے؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر خاوند اور بیوی دونوں کام کرتے تھے۔ اور دونوں کی آمدنی سے کوئی گھریا زمین خریدی گئی تھی تو ایسی صورت میں عورت کا اس گھریا زمین میں ایک مستقل حق بن جاتا ہے جس کا طلاق کی بنا پر طے پانے والے حقوق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس قسم کے مسائل علماء اور ماہرین کی آرا کی روشنی میں شرعی فیصلہ کی بنیاد پر طے ہونے چاہئیں۔ اس میں عدل و انصاف کو پوری طرح ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے۔



نکاح و طلاق کے مسائل

خاوند کے علم میں لائے بغیر عدالت سے طلاق حاصل کرنا

سوال ۲: بعض مسلمان عورتیں (غیر اسلامی) عدالت میں جا کر طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں اور عدالت ۹۰ دن بعد اس کے حق میں فیصلہ دے دیتی ہے جبکہ خاوند کو علم ہی نہیں ہوتا۔ کیا یہ طلاق شرعی طور پر مؤثر ہو جاتی ہے؟ اگر عورت اس کے بعد نکاح کر لے تو کیا اس کا دوسرا نکاح درست ہوگا؟ یا اس طلاق کو زبردستی کی طلاق شمار کیا جائے گا؟

جواب: طلاق کا مطالبہ اصولی طور پر خاوند سے ہونا چاہئے، کیونکہ وہی حق زوجیت کا مالک ہے۔ طلاق کے معاملہ میں قاضی کو کوئی اختیار نہیں، الا یہ کہ عورت تکلیف میں ہو، یا خاوند تک پہنچنا ممکن نہ ہو، مثلاً وہ ایسی جگہ غائب ہے جہاں پہنچنا ممکن نہیں۔ اس صورت میں طلاق کا وہ فیصلہ نافذ ہوگا جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے والی اسلامی عدالت کی طرف سے جاری کیا جائے۔ مذکورہ صورت حال میں مسلمان قاضی کو، یا مسلمان کمیونیٹی کی طرف سے مقرر کردہ فرد کو چاہئے کہ پہلے وہ خاوند سے رابطہ کر کے اسے حالات سے آگاہ کرے، پھر اس کا جواب دعوئی سنے، اس کی تحقیق کرے اور اس کے بعد کوئی کارروائی کرے۔

جس طرح کسی بھی مقدمے میں صرف ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اس طرح یہاں بھی ہے۔ قضا کے معاملے میں غیر مسلم قاضی کو مسلمان مرد یا عورت پر کوئی شرعی اختیار نہیں۔ اس پر علما کا اتفاق ہے کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى

الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء: ۱۳۱) ”اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔“ اس لئے کسی غیر اسلامی تھارتی کی جاری کی ہوئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ خاص طور پر جب کہ خاوند کو مقدمے کا علم نہیں، نہ اس کا موقف سنا گیا ہے۔ اس قسم کے فیصلے کے نتیجے میں عورت پہلے خاوند سے الگ نہیں ہوتی۔ نہ کسی اور مرد کو اس سے نکاح کرنا حلال ہے۔ لہذا اس کی بنیاد پر کیا ہوا دوسرا نکاح لامحالہ نسخ قرار پائے گا۔

بعض شہری مفادات کے لئے پیپر میرج

● سوال ۳: ایک مسلمان کسی ملک میں مستقل رہائش کی اجازت حاصل کرنے کے لئے کسی عورت کو کچھ رقم دے کر اس سے نکاح کر لیتا ہے، لیکن نہ اس سے ازدواجی تعلقات رکھتا ہے، نہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر عورت یہ کام کرے تو کیا یہ گناہ ہے؟ یا یہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی زندگی میں سہولت پیدا کرنے کے لئے جائز ہے؟ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے کہ جس نے مذاق میں نکاح کیا یا طلاق دی، وہ اس کے لئے لازم ہو جائے گا؟

جواب: شریعت میں نکاح کا معاہدہ ہمیشہ اکٹھے رہنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد باہمی آرام و سکون، پاک دامنی اور اولاد کا حصول ہے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں فریقین پر ایک دوسرے کے حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں۔ نکاح کے معاہدے کو اس میدان سے خارج کرنے کی ہر کوشش شارع کے مقصود سے انحراف ہے۔ اس نام نہاد شادی (Paper Marriage) کو صحیح نکاح تسلیم کیا جائے یا نہ کیا جائے، بہر حال اس میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں، جن میں چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

● اگر اسے نکاح تسلیم کیا جائے تو اس کے بہت سے مفاسد سامنے آتے ہیں مثلاً بے غیرتی کو قبول کرنا اور بیوی کا اس کے ماتحت نہ ہونا۔ کیونکہ اس صورت میں خاوند کو بیوی پر کوئی اختیار نہیں ہوتا، نہ اسے اس کی حرکات کا کوئی علم ہوتا ہے۔ وہ اسے دوسرے مردوں کے ساتھ دوستی لگانے سے منع کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

○ اس سے نسب محفوظ نہیں رہتا۔ اس دوران اگر عورت سے اولاد ہو جائے تو وہ افراد خاوند کے خاندان میں شامل ہو جاتے ہیں جو اصل میں اس سے نہیں، وہ قانونی پہلو سے ازدواجی تعلقات کی وجہ سے اس کے بچے کہلاتے ہیں۔

○ علاوہ ازیں یہ معاہدہ نکاح متعہ سے مشابہ ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔ یعنی جب وہ اس بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ رہائش کی قانونی اجازت ملتے ہی ان کے ازدواجی تعلقات ختم ہو جائیں گے تو یہ متعہ بن جاتا ہے۔

جب ایک مسلمان خاتون کسی غیر مسلم مرد سے اس قسم کا معاہدہ کرتی ہے تو معاملہ زیادہ سنگین اور حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کرنا حرام ہے اور اس قسم کا نکاح کالعدم ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرد اس سے مقاربت کی خواہش کرے اور عورت خود کو گناہ سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان قانونی طور پر شوہر بیوی کا تعلق ہے، نیز عورت اس ملک میں اپنی رہائش کی اجازت ختم ہونے کے ڈر سے مرد کو ناراض بھی نہیں کر سکتی، لہذا وہ اس کی خواہش کی تکمیل کے لئے مجبور ہوگی۔

اگر اسے نکاح تسلیم نہ کیا جائے تب بھی مفسد کا ایک سلسلہ موجود ہے۔ مثلاً نکاح کے مقدس بندھن کی بے حرمتی اور اس کے شرعی مقاصد سے خروج، جھوٹ اور دھوکا جس کا کوئی جواز نہیں، فتنہ کا شدید احتمال، کیونکہ ان کے درمیان قانونی تعلق انہیں ایک دوسرے سے ناجائز تعلق قائم کرنے کی طرف راغب کر سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس (کاغذی) شادی میں ایسے حرام امور پائے جاتے ہیں جن میں اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والا مؤمن کسی کوتاہی کے ارتکاب کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ایسی حرکت وہی کر سکتا ہے جس کا نہ دین ہے، نہ اخلاق نہ شرافت۔

﴿سوال میں موجود حدیث کے مذکورہ الفاظ تو ہمارے علم میں نہیں، البتہ ایک حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، مثلاً تین کام ایسے ہیں جن کا مذاق بھی حقیقت ہے، اور حقیقت بھی حقیقت ہے: نکاح، طلاق اور غلام آزاد کرنا۔﴾

مسلمان کا امریکی عدالت میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا؟

❁ سوال ۴: ایک مسلمان کسی مسلم ملک سے آ کر کسی کتابیہ عورت سے نکاح کرے جس کا مقصد مستقل رہائش کی فوری اجازت حاصل کرنا ہو۔ عقد نکاح کے شرعی تقاضے پورے نہیں کئے جاتے۔ وہ اکٹھے رہتے ہیں اور ان کے ہاں اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس تعلق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا سرکاری قانون کے مطابق نکاح کے بعد اسلامی نکاح کی ضرورت نہیں رہتی؟ اس نکاح کو درست کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ اسلام اس تعلق کے بارے میں کیا کہتا ہے جو کئی سال سے قائم ہے اور اس کے نتیجے میں اس شخص کی اولاد بھی پیدا ہوئی ہے؟

جواب: مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب کی کسی عورت سے جائز ہے بشرطیکہ وہ 'محصنہ' ہو۔ یہاں احسان کا مطلب زنا سے بچ کر پاک دامن زندگی گزارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

”جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، ان کی پاک دامن عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔“

اس نکاح کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اسلامی شریعت کے مطابق ارکان و شروط کا

محافظہ رکھا جائے۔ امریکی عدالت میں کیا ہوا نکاح کئی وجوہات کی بنا پر غیر معتبر ہے:

❁ کسی کا نکاح کرنا ولایت (سرپرستی) کی ایک صورت ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان یہ تعلق معدوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مؤمنوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔“

❁ اس نکاح میں شرعی گواہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ (اس قانون میں) گواہ مقرر کرنا لازمی قرار نہیں دیا گیا اور (کاغذات میں) صرف ایک گواہ کی جگہ رکھی گئی ہے۔

❁ عورت کے ولی (سرپرست) کی عدم موجودگی۔ اکثر اہل علم کے نزدیک عورت کا نکاح اس کے سرپرست ہی کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس مسئلہ میں وہ حنفی مسلک بھی اختیار کر لیں جو عام طور پر مشہور ہے تو اس نکاح میں دوسری خرابیاں بہر حال موجود ہیں۔

❁ چونکہ صورت حال یہ ہے، لہذا مرد کو چاہئے کہ نئے سرے سے نکاح کرے جس میں شرعی ارکان و شروط کو پورا کرے۔ اس عقد فاسد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کو اس مرد کی جائز اولاد تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ اس تعلق میں عقد نکاح کا شبہ موجود ہے۔

مغربی ممالک میں غیر مسلم عورتوں سے نکاح؟

❁ سوال ۵: کیا مغربی ممالک میں غیر مسلم عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: حلال وہی ہے جسے اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے حلال قرار دیا ہے، اور حرام وہی ہے جسے اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے اہل کتاب کی پاک دامن عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، اور فرمایا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ”اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔“ اس مقام پر مُحْصَنَات سے مراد بدکاری سے اجتناب کرنے والی عورتیں ہیں۔ لیکن اس کے بعد ان خرابیوں پر بھی غور کرنا ضروری ہے جو اس نکاح سے اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب وہ مغربی ممالک میں کیا جائے۔ بالخصوص موجودہ حالات میں جب کہ اُمتِ مسلمہ کی شان و شوکت ختم ہو چکی ہے۔ اور اس کے دشمن جیسے چاہتے ہیں اسے ظلم و ستم کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ یہاں تو پہلی بار اختلاف پیدا ہونے پر ہی خاوند انتہائی کمزور مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ مغربی ممالک تو اسے اپنے ظالمانہ قوانین اور ضابطے دکھاتے ہیں اور خود اس کی اپنی (مسلمان) حکومت بے دست و پا بن کر کھڑی رہتی ہے، اور اس کی ذرا برابر مدد نہیں کر سکتی۔ اس قسم کے حالات میں مسلمان مرد کو اس طرح کا نکاح کر لینے کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً اولاد کافروں کے ملک میں پروان چڑھتی ہے جس کا بُرا اثر ان کے حال اور مستقبل پر پڑتا ہے۔ اس وجہ سے وہ آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ چیز انہیں کفر کے ملک میں مستقل رہائش رکھنے اور اس زندگی کو پسند کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں، جس سے وہ نفسیاتی طور پر آہستہ آہستہ مسلمانوں کی جماعت سے بالکل کٹ جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ نکاح حلال تو ہے لیکن مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔^① احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے جو شخص مستغنی ہونا چاہے اللہ اسے مستغنی کر دیتا ہے، اور جو پاک دامن اختیار کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسے پاک دامن کے مواقع عطا فرما دیتا ہے۔

جو شخص اس قسم کی شادی پر مجبور ہو جائے، مثلاً نکاح نہ کرنے کی صورت میں اسے بدکاری میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ نکاح کے بعد منع حمل کے طریقوں پر عمل کرے^① اور بچے پیدا کرنے سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کر لے، کیونکہ ان حالات میں اس کے ہونے والے بچوں کو دین کے بارے میں بہت سے فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جن کے ذرائع اس سے بالکل قریب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (دلیل: اہل علم)

مسلمان مرد کا ہندو عورت سے نکاح؟

سوال ۶: کیا مسلمان مرد کے لئے ہندو عورت سے نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: مسلمان مرد ہندو عورت سے نکاح نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ عورت نہ مسلمان ہے نہ اہل کتاب۔ اور مسلمان مرد کے لئے صرف مسلمان یا اہل کتاب کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ دوسرے مشرک مذاہب مثلاً گائے کی پوجا کرنے والے، آتش پرست، بت پرست اور شیطان کے پجاری وغیرہ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔“ دوسری مشرک عورتوں سے نکاح کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ وَلَآئِمَةً مُؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ مشرک عورت سے مؤمن لونڈی بہتر ہے خواہ وہ (مشرک عورت) تمہیں اچھی لگتی ہو۔“ اس لئے ہندو عورت سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ وہ نہ مسلمان ہے اور نہ اہل کتاب میں سے ہے۔ (دلیل: اہل علم)

① سوال چونکہ عام غیر مسلم عورت کے بارے میں ہے اور جواب میں صرف کتابیہ عورت کو سامنے رکھا گیا ہے جواب میں اس امر کی وضاحت ہونی چاہیے تھی کہ کتابیہ کے علاوہ دیگر غیر مسلم خواتین سے نکاح مطلقاً حرام ہے۔ جیسا کہ آنے والے سوال کے جواب میں تصریح ہے۔ (مدنی)

② ایسا شخص روزہ بھی رکھ سکتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کرنا؟

سوال ۷: بعض اوقات ایک لڑکی اپنے والدین کی اطاعت نہ کرتے ہوئے کسی غیر مسلم سے نکاح کر لیتی ہے۔ اس نکاح میں چونکہ اسے قوانین اور سرکار کی حمایت حاصل ہوتی ہے، اس لئے باپ کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک بڑے عالم کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آچکا ہے جو ایک عرب اسلامی ملک میں ایک بڑی عربی یونیورسٹی کے چیرمین تھے۔

اس لڑکی کے گھر والے شریعت کی روشنی میں اس سے کس قسم کے تعلقات رکھ سکتے ہیں؟ کیا اس کے گھر والے اس سے لائقیتی کا اعلان کر سکتے ہیں؟ یا وہ اس لڑکی سے اور اس کے خاوند سے اس اُمید پر تعلقات رکھ سکتے ہیں کہ شاید وہ مسلمان ہو جائے؟ اگر وہ مرد واقعی مسلمان ہو جائے تو کیا اس کا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا جب کہ پہلے ان کا نکاح امریکی قانون کے تحت ہوا ہے جس میں صحیح اسلامی نکاح کی شرائط ملحوظ نہیں رکھی گئیں۔

جواب: اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح باطل اور کالعدم ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع سے اس کے بے شمار دلائل ملتے ہیں۔ لہذا اس مشکل میں مبتلا خاندان کا اس لڑکی کے بارے میں ایک واضح موقف ہونا چاہئے جس کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں بری الذمہ ہو سکے، وہ اللہ اور لوگوں کے سامنے گواہی دے سکے کہ اس لڑکی کے عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں، نہ اسے یہ عمل پسند ہے۔ اس کے باوجود اگر اس مصیبت زدہ خاندان کے چند افراد اس باغی لڑکی سے اور اس کے دوست سے رابطہ رکھیں اور کوشش کریں کہ لڑکا مسلمان ہو جائے یا لڑکی تائب ہو جائے، کیونکہ توبہ کی گنجائش باقی ہے اور اس کے دروازے مغرب سے سورج طلوع ہونے (قیامت) تک کھلے ہیں اور بندے کی توبہ اس کی جان حلق میں پہنچنے سے پہلے قبول ہو سکتی ہے۔ پھر اگر لڑکا مسلمان ہو جائے تو نئے سرے سے نکاح کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ پہلا نکاح غیر شرعی اور کالعدم ہے۔

اس نکاح سے پہلے ایک حیض آنے تک انتظار کرنا ضروری ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ عورت کے پیٹ میں گزشتہ تعلقات کے اثرات نہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ حلال اور حرام آپس میں گڈمڈ نہیں ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

عورت کا مسلمان ہو جانے کے بعد غیر مسلم کے نکاح میں رہنا؟

سوال ۸: کیا مسلمان ہو جانے والی عورت غیر مسلم مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہے،

جبکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس میاں بیوی کے ہاں اولاد بھی ہو جاتی ہے؟

جواب: جب عورت مسلمان ہو جائے، اور مرد غیر مسلم رہے تو ان کے درمیان ازدواجی تعلقات جائز نہیں رہتے۔ اسے چاہئے کہ اس مرد سے پردہ کرے، اس کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، اس سے صنفی تعلق قائم نہ کرے۔ جب تک عدت نہیں گزر جاتی، ان کا نکاح موقوف رہتا ہے۔ اگر عدت کے دوران مرد مسلمان ہو جائے تو ان کا پہلا نکاح قائم ہے، نئے سرے سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، اور اگر وہ اس دوران مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اب وہ جس مرد سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ، لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَّهُنَّ﴾ (الممتحنہ: ۱۰) ”اگر وہ تمہیں مومن معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔“

بعض علما کی یہ رائے ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند کے اسلام کا انتظار کرنا پسند کرے، تو عدت گزرنے کے بعد بھی نکاح موقوف رہے گا۔ جب بھی اس کا خاوند مسلمان ہوگا، وہ دوبارہ اس کی بیوی بن جائے گی، نئے سرے سے نکاح کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کی دلیل کے طور پر وہ (رسول اللہ ﷺ کی بیٹی) حضرت زینبؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے خاوند حضرت ابوالعاص بن ریحؓ کے اسلام لانے پر دوبارہ ان کے ہاں بھیج دیا تھا اور نئے سرے سے نکاح بھی نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوالعاصؓ مسلمان عورتوں سے مشرک مردوں کا نکاح حرام ہونے کا حکم نازل ہونے سے دو سال بعد مسلمان ہوئے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ازدواجی تعلقات عورت کے اسلام لانے کے بعد فوراً حرام ہو جاتے ہیں۔ البتہ نکاح کے باقی رہنے کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ عدت ختم ہونے تک موقوف رہتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اگر عورت انتظار کرنے کا فیصلہ کر لے تو وہ مرد کے مسلمان ہونے تک موقوف رہتا ہے۔

خُلع کے قواعد اور طریقہ کار

❁ سوال ۹: اگر عورت اپنے خاوند سے خُلع لینا چاہے تو اس ملک میں امام کو کن قواعد و ضوابط کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: اصولی طور پر خُلع کے ذریعے عورت کو آزاد کرنا مرد کا حق ہے۔ لہذا اس معاملے کو اسے شریک کئے بغیر حل نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہی حق رکھتا ہے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھے یا چھوڑ دے۔ لیکن بعض حالات میں قاضی کی مداخلت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اگر خاوند زیادتی کرتا ہے اور عورت کے تفریق کے مطالبہ کو تسلیم نہیں کرتا، تب قاضی ان میں صلح کرانے یا تفریق کرانے کے لئے مداخلت کرتا ہے۔ اگر وہ ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش میں ناکام ہو جائے تب وہ خاوند کو حکم دے گا کہ خُلع کر لے۔ اگر خاوند انکار کرے تو قاضی اس کی طرف سے خُلع کا فیصلہ کر کے عورت کو نکاح کی پابندی سے آزاد کر دے گا۔ اسی طرح اگر خُلع کا مطالبہ پیش ہونے کے بعد مرد روپوش ہو جائے یا اپنا پتہ چھپالے، اور اس سے رابطہ کرنا ممکن نہ ہو، تو بھی یہی حکم ہے۔

لیکن قاضی کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا مداخلت کرنا (طلاق کے) حسب معمول طریقے کے خلاف ہے۔ لہذا اسے چاہئے کہ خاوند کا کوئی عذر باقی نہ رہنے دے۔ اسے اطلاع دے کہ اس کی بیوی نے خُلع کا مطالبہ کیا ہے اور اسے حکم دے کہ اس کا مطالبہ تسلیم کر لے۔ دو تین بار اس طرح کرے۔ ہر دفعہ اس کے لئے مناسب مدت کا تعین کرے اور یہ یقین حاصل کرے کہ خاوند کو اطلاع مل چکی ہے اور مرد کے لئے جو مدت مقرر کی گئی ہے وہ غور و فکر کے لئے اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ جب کہ حسب امکان صلح کی کوشش کا فرض بھی ادا کیا ہو۔ اگر وہ ان سب کوششوں کے بعد بھی ناکام ہو جائے، تو عورت سے ضرر دور کرنے کے لئے آخر کار مداخلت کر کے معاملہ کو انجام تک پہنچا دے۔

بعض اسلامی مراکز عورت کی شکایت سنتے ہی فوراً خُلع کا فیصلہ دے دیتے ہیں۔ خاوند تک پہنچنے اور اس کا موقف معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اسے خُلع کا حق خود استعمال کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ یہ ایک غلط قسم کی جلد بازی ہے، جس کا ارتکاب کرنے والا گنہگار ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں خُلع واقع ہی نہیں ہوگا تو شاید غلط نہ ہو۔

بیوی کا شوہر سے خلع کا مطالبہ

● سوال ۱۰: ایک امریکی مسلمان خاتون نے میرے پاس آ کر اپنے خاوند کی بدسلوکی کی شکایت کی، اور خلع کے ذریعے الگ ہونا چاہا لیکن اس کا خاوند انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے، اور وہ اس کے بچوں کی ماں ہے۔ عورت کہتی ہے یا مجھ سے خلع کرلو، ورنہ میں اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤں گی۔ اس صورت میں کیا اسے خلع کے ذریعے الگ کرنا ضروری ہے؟ اور کیا امام قاضی کے طور پر یہ فیصلہ نافذ کر سکتا ہے؟

جواب: سب سے پہلے ہم نو مسلم خواتین کے خاوندوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان سے اچھا سلوک کریں، اور ان کے لئے آزمائش کا باعث نہ بنیں۔ یہ بڑا بھیانک گناہ ہے۔ اس سے بڑی برائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمان مرد ایک مسلمان عورت کے مرتد ہونے کا سبب بن جائے.....!

ہم عورت کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ اس کا قبول اسلام تذبذب پر مبنی نہیں ہونا چاہئے کہ اگر راحت حاصل ہو تو وہ دین پر قائم رہے، اور اگر کوئی مشکل آجائے تو اُلٹے پاؤں پھر جائے، یہ دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے۔ اسے سمجھنا چاہئے کہ اصل اسلام اور چیز ہے اور مسلمان کہلانے والے بعض افراد جو خواہش نفس یا جہالت کی بنا پر حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی فعل ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے چاہئے کہ جھگڑے اور مشکلات کی صورت میں اپنے دین کو سودے بازی کا ذریعہ نہ بنائے۔ سچا مومن وہ ہے جو کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کافر ہونے سے اتنی نفرت کرتا ہے، جس طرح اسے آگ میں پھینک دیا جانا انتہائی ناگوار ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہناتی ہے تو اس کی نحوست اور سزا کا نشانہ دنیا اور آخرت میں وہ خود ہوگی۔ اس کی ذمہ داری اسی کے کندھوں پر ہوگی۔ ہم اس خاتون کو، اور تمام دوسری خواتین کو بھی، نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد مبارک یاد دلانا چاہتے ہیں:

”جس عورت نے خاوند سے بلا وجہ طلاق مانگی، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گی۔“

۱۱۔ ان ضروری باتوں کے بعد ہم کہتے ہیں: مذکورہ صورت حال میں اگر خاوند اسے اپنی طرف مائل کرنے میں اور خلع کے مطالبہ سے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تو اسے چاہئے کہ عورت کے خلع کا مطالبہ تسلیم کر لے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ اسے تنگ کرنے کے لئے اپنے نکاح میں رکھے، اور نہ کسی کو اس گناہ میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ اگر وہ اسے اچھی طرح رکھ نہیں سکا، تو کم از کم اچھی طرح آزاد کرنے سے تو اسے عاجز نہیں ہونا چاہئے۔ ازدواجی زندگی کے دو پہلو ہیں: ہمساک بمعروف (اچھے طریقے سے رکھنا) یا تسریع باحسان (اچھے طریقے سے چھوڑ دینا) اور تیسری کوئی صورت جائز نہیں۔

۱۲۔ اسلامک سنٹرز (جو غیر مسلم ممالک میں قائم ہیں) رائج قوانین کی حدود میں ظالم خاوند کی طرف سے عورت کو طلاق دینے کا حق رکھتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے صلح صفائی کے لئے تمام مطلوبہ کارروائی مکمل ہونا ضروری ہے اور فریقین کو کافی مہلت ملنی چاہئے تاکہ وہ جذباتی طوفانوں اور غلبہ خواہشات کی ہنگامی کیفیات سے نکل کر اپنے اپنے موقف پر نظر ثانی کر سکیں۔ اس معاملے میں فیصلہ کرنے والے اہل علم کو جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

موجودہ دور کی عدالتیں جو اپنا فیصلہ نافذ کرنے کی قوت رکھتی ہیں، وہ بھی فریقین کو مناسب مہلت دیتی ہیں، اور جان بوجھ کر لمبی مدت کی تاریخ دیتی ہیں تاکہ فریقین میں سے ہر ایک سمجھ بوجھ والا راستہ اختیار کر سکے۔ کسی سنٹر کے انچارج کی یہ غلطی ہوگی کہ وہ خلع کا مطالبہ کرنے والی ہر عورت کے حق میں جلدی سے فیصلہ دے دے اور مقدمہ کے فریقین کو اتنی مناسب مدت مہیا نہ کرے جس سے اسے ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور اسے یقین ہو جائے کہ ان دونوں کا مل جل کر رہنا مکمل طور پر ناممکن ہو چکا ہے اور ان کے درمیان تعلقات میں واقع ہونے والی خرابی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کی اصلاح کی امید نہیں رہی۔ واللہ اعلم

خاوند کی قید کی صورت میں بیوی کتنی مدت انتظار کرے؟

سوال ۱۱: بہت سی نو مسلم خواتین کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ خاوند کو پانچ دس

سال کے لئے قید کی سزا مل جاتی ہے اور وہ اپنے اس (قیدی) خاوند سے طلاق لینا چاہتی ہیں۔ بعض اوقات عورت صاف کہہ دیتی ہے کہ اگر اسے طلاق نہ دلوائی گئی تو وہ ناجائز تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ لہذا کتنی مدت کے بعد طلاق یا فسخ نکاح کا فیصلہ دینا چاہئے؟ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ ایک عام امریکی خاتون اپنے جذبات پر چھ ماہ سے زیادہ قابو نہیں رکھ سکتی۔ اسی طرح اگر خاوند کہیں چلا جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کہاں ہے تو کتنی مدت کے بعد عورت کے حق میں طلاق کا فتویٰ جاری کرنا چاہئے؟

جواب: جب خاوند قید ہو جائے اور عورت صبر نہ کر سکے تو اسے طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے، خواہ اس کے اخراجات کے لئے خاوند کا مال موجود ہو۔ جو شخص جیل میں ہو، یا جس بے جا میں ہو، جس کی وجہ سے اس کی بیوی اس سے نکاح کے فوائد حاصل نہ کر سکتی ہو، اس کا حکم گم شدہ آدمی کی بیوی کا ہے^①، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ یہ مسئلہ اجتہاد پر مبنی ہے کہ عورت کو کتنے عرصہ بعد طلاق کا مطالبہ کرنے کی اجازت ہے؟

امام مالکؒ کی رائے میں ایک سال کی مدت میں حصول ضرر اور عورت کو تنہائی کا شدید احساس ہو جاتا ہے، جس کی بنا پر وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔ بعض دوسرے علما نے تین سال کی مدت بیان کی ہے^②۔ امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ عورت کو چھ ماہ بعد تفریق کا مطالبہ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قول زیادہ ٹھیک ہے کیونکہ عورت

① قیدی کے متعلق امام ابن قدامہ مغنی (۲۴۷/۱۱) میں فرماتے ہیں: واجمعوا علی ان زوجة الیسیر لا تنکح حتی تعلم یقین وفاته کہ ”فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ قیدی کی بیوی (از خود آگے) نکاح نہیں کر سکتی حتیٰ کہ اسے خاوند کی وفات کا یقینی علم ہو۔“

البتہ طویل قید کے ضرر کے پیش نظر خاوند سے طلاق یا خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر خاوند اس پر اتفاق نہ کرے تو عدالت یا پچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کر سکتی ہے۔ (مدنی)

② حضرت عمرؓ مفقود الخبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے اور بعد میں عدت وفات گزارے۔ ایسا کرنے سے وہ آگے نکاح کرنے کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہ موقف دیگر بعض صحابہ سے بھی مرئی ہے۔ امام بخاریؒ نے حدیث لفظ اور دیگر بعض آثار کی وجہ سے مدت انتظار ایک سال کافی سمجھی ہے۔ (مدنی)

اپنے خاوند کی غیر موجودگی پر زیادہ سے زیادہ اتنی مدت ہی صبر کر سکتی ہے۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ کا اجتہاد ہے جو انہوں نے نافذ فرمایا تھا۔ چنانچہ (اس مدت کے بعد) پہلے تو خاوند سے مطالبہ کرنا چاہئے، کیونکہ نکاح کا باقی رکھنا یا طلاق دینا اس کا اختیار ہے۔ اگر وہ اس مطالبے کو تسلیم کر لے تو مسئلہ حل ہو گیا۔ اگر وہ اسے نکاح میں رکھنے پر مصر ہو تو عورت اگر مسلمانوں کے ملک میں ہو تو عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور اگر غیر مسلم علاقے میں ہے تو اسلامی مرکز سے رجوع کرے۔ مسلمان کیونٹی جس شخص کو ان معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے، وہ اس عورت کو طلاق یافتہ قرار دے سکتا ہے جسے اس کا خاوند محض تنگ کرنے کے لئے نکاح میں رکھے ہوئے ہے۔ لیکن اس سے پہلے حالات و واقعات کی مکمل تحقیق کی جانی ضروری ہے اور ضرورت پڑے تو مناسب مدت مقرر کی جاسکتی ہے۔

اگر خاوند گم ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کہاں ہے تو اس صورت میں عورت کو طلاق طلب کرنے کا حق ہے۔ قاضی کو، یا جسے کیونٹی ان معاملات کے فیصلے کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے۔ اسے چاہئے کہ صورتِ حال کی اچھی طرح تحقیق اور چھان پھنگ کرے، اور گواہی وغیرہ طلب کرے۔ اگر دعویٰ ثابت ہو جائے تو ان کے درمیان تفریق کا فیصلہ دے دے۔ اس صورت میں بھی مدت کے بارے میں وہی تفصیل ہے جو قیدی کے بارے میں بیان ہو چکی ہے۔

پہلی بیوی سے خاوند کی بے رُخی؟

سوال ۱۲: تین سال پہلے میں نے شمالی افریقہ کے ایک آدمی سے شادی کی تھی۔ نکاح کے موقع پر ہم دونوں کے خاندانوں کا کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ البتہ بعض دوسرے حاضرین موجود تھے۔ نکاح اور ولیمہ مختصر وقت میں ہو گیا۔ اس وقت میں دوسرے مقام پر زیر تعلیم تھی۔ چند سال گزرنے کے بعد میری تعلیم مکمل ہو گئی اور میں اس کے ساتھ کینیڈا جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ تب غیر متوقع طور پر اس نے کہا کہ ”تمہیں الگ سے ویزا کی درخواست دینا پڑے گی، اور میں وطن پہنچ کر تمہاری کفالت کرنے پر تیار نہیں ہوں، اور ممکن ہے وہاں مجھے

اپنے گھر والوں کو خوش کرنے کے لئے ایک اور شادی کرنی پڑے۔“ حالانکہ اس کے خاندان نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ انہیں ہماری شادی کی وجہ سے کوئی مشکل درپیش ہے۔

مجھے تو اس کا دوسری بیوی سے تعلق رکھنے کا خیال بہت نکما اور ہلکا محسوس ہوتا ہے جبکہ وہ پہلی بیوی کا خیال نہیں رکھتا۔ وہ مجھے خرچ بھی نہیں دیتا۔ ہمارا آپس میں رابطہ زیادہ ٹرانزینٹ کے ذریعے ہوتا ہے۔ مجھے اس کے اس طرز عمل سے سخت دکھ پہنچتا ہے۔ مجھے اس کی دوسری شادی پر کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ وہ اپنی پہلی بیوی کے حقوق ادا کرے، یا اس کا کوئی ایسا پروگرام ہو کہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے، تاکہ میں اس کے ساتھ رہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کر لوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میرے ایمان اور طرز حیات کا امتحان ہے۔ تو کیا آپ کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟

جواب: ازدواجی زندگی کے متعلق دو ہی راستے ہیں: یا اچھے طریقے سے رکھنا، یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا۔ خاوند اور بیوی دونوں کے حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی۔ جنہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی بے رخی محسوس کرے تو اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہو جائے، مثلاً باری کا حق یا خرچ کا حق وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو اپنے خاوند کے ساتھ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ جذبات سے ہٹ کر بات کرنی چاہئے۔ دونوں فریق کھلے دل سے صاف صاف بات کریں، اور ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھیں۔ اگر دونوں کو محسوس ہو کہ وہ اللہ کے احکام کی حدود میں یہ تعلق قائم رکھ سکتے ہیں (خواہ مکمل حقوق کی ادائیگی کی ساتھ یا اس کم سے کم حد تک اتفاق کر کے جو فریقین کے لئے قابل قبول ہو) تو یہ بہت بہتر ہے۔ دونوں کو اس مقصد کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں یہ تعلق قائم نہیں رکھ سکتے، بلکہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہر ایک کا اپنا اپنا منصوبہ ہے تو پھر یہی بہتر ہے کہ اچھے طریقے سے جدائی اختیار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ يَنْفَرَقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ﴾ ”اگر وہ الگ الگ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی فراخی کے ذریعے مستغنی کر دے گا۔“

ناجائز تعلق کو شرعی نکاح میں تبدیل کرنا؟

❁ سوال ۱۳: ایک مسلمان مرد نے ایک غیر مسلم عورت سے ناجائز تعلق قائم کیا، جس سے حمل قرار پا گیا۔ حمل کے پانچویں مہینے میں مسلمان مرد اسلام سنٹر میں آیا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس عورت سے باقاعدہ نکاح کر کے تعلقات کو جائز کر لے۔ پھر اس نے امام سے درخواست کی کہ نکاح کی تاریخ حمل سے پہلے کی درج کی جائے تاکہ وہ مسلمانوں میں بدنام نہ ہو، کیا امام ان دونوں کا آپس میں نکاح کر سکتا ہے؟ اور نکاح کی وہ تاریخ درج کر سکتا ہے جو خاوند کا مطالبہ ہے؟

جواب: علمائے کرام نے زانیہ سے نکاح حلال ہونے کی دو شرطیں بیان فرمائی ہیں:

← وہ زنا سے توبہ کرے۔ ↑ رحم ناجائز تعلقات کے اثرات سے پاک ہو۔

اگر عورت اُمید سے ہو تو اس صورت میں علما کی آراء مختلف ہیں:

بعض علما کے نزدیک نکاح کرنا بھی حرام ہے اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا بھی حرام ہے۔ بعض کے نزدیک صرف ملاپ حرام ہے، عقد نکاح درست ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں کام جائز ہیں جبکہ نکاح اسی عورت سے کرے جس سے زنا کیا ہے۔

توبہ میں مدد اور پردہ پوشی کے نقطہ نظر سے یہی آخری موقف زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے اسلام سنٹر کے امام کے لئے ان کا نکاح کر دینے میں کوئی حرج نہیں، تاکہ وہ توبہ کر سکیں۔ اور توبہ کرنے والوں کی پردہ پوشی کا شرعی مقصود حاصل ہو سکے۔

کاغذات میں پچھلی تاریخ درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان ملکوں میں بہت سی شادیاں زبانی ہو جاتی ہیں جنہیں سرکاری کاغذات میں درج نہیں کیا جاتا۔

زانیہ کے بچے کا مسئلہ اور اس کی نسبت؟

سوال ۱۴: ایک واقعہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ ایک مسلمان عورت سے ایک ہفتے کے اندر اندر کئی مردوں نے مباشرت کی۔ وہ اُمید سے ہو گئی، لیکن اسے معلوم نہیں کہ اس سے ہونے والے بچے کا باپ کون ہے؟ کیا وہ رسوائی کے ڈر سے اسقاط کر سکتی ہے؟ اس کی توبہ کا کیا حکم ہے؟ بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا؟ بالخصوص ان علاقوں کے حالات کے تناظر میں اس مسئلہ کا شرعی حل بڑا ضروری ہے۔ جزاکم اللہ

جواب: بچے میں روح ڈالے جانے کے بعد اسقاط حرام ہونے پر علما کا اتفاق ہے، اگرچہ حالات کیسے ہوں، اور اگرچہ طبی معائنہ سے معلوم ہوتا ہو کہ بچہ بگڑی ہوئی صورت والا (مثلاً ننگڑا، تین ہاتھ والا) ہے۔ البتہ اگر قابل اعتماد سپیشلسٹ ڈاکٹروں کا بورڈ یہ فیصلہ کرے کہ حمل باقی رہنے کی صورت میں ماں کی جان کو یقینی خطرہ درپیش ہے تو اس وقت اسقاط جائز ہے۔ خواہ بچہ بگڑی ہوئی صورت والا ہو یا نہ ہو، تاکہ بڑے نقصان سے بچا جائے۔ صرف یہی ایک صورت ہے جس میں اس مرحلہ کے بعد بھی اسقاط کی گنجائش ہے۔

جان پڑنے سے پہلے اسقاط کے بارے میں فقہاء کی آرا مختلف ہیں:

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جان پڑنے سے پہلے بھی اسقاط اصلاً منع ہی ہے۔ کیونکہ وہ ایک مخلوق ہے جس کو زندگی ملنے والی ہے اور اس کے ابتدائی اسباب مہیا ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے اس کا حکم عزل سے مختلف ہے۔ البتہ اگر واضح مجبوری ہو تو اسقاط جائز ہوگا، تاہم مکروہ ہوگا۔ لہذا اس سوال کا دو ٹوک جواب تو تبھی دیا جاسکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس عورت کے پیٹ میں بچہ کتنی عمر کا ہے؟ اگر بچہ تخلیق کے ابتدائی مراحل میں ہے اور مفتی یہ محسوس کرتا ہے کہ عورت اپنے گناہ پر نادم ہے اور اپنی غلطی کی تلافی اور اصلاح چاہتی ہے اور اس فتویٰ کی وجہ سے اسے توبہ قائم رکھنے میں مدد ملتی ہے اور وہ اپنے ماحول سے ہم آہنگ ہو سکتی ہے، تب تو اُمید ہے کہ اسقاط میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ گناہ کے راستے پر بدستور رواں دواں ہے، پھر اسے

اس کے حق میں یہ فتویٰ جاری کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے نئے گناہ کے ارتکاب کا راستہ کھل جائے گا، کیونکہ اسے رسوائی سے بچنے کا طریقہ معلوم ہو چکا ہے۔ البتہ توبہ کرنے والے کے لئے قبولیت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے، اور دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔ وہ کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتا، نہ کسی کے لئے توبہ کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اللہ نے شرک، قتل اور زنا جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (الفرقان: ۷۸-۷۹)

”اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور کسی ایسے شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے، جسے قتل کرنا اللہ نے منع کر دیا ہو، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں، اور ایمان لائیں، اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربان کرنے والا ہے۔“

باقی رہا بچے کا مسئلہ، تو بچہ ان مردوں میں سے کسی کی طرف منسوب نہیں ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «الولد للفراش وللعاهر الحجر» ”بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہیں“ نیز نسب ایک نعمت ہے، اور نعمت گناہ کے ذریعے حاصل نہیں کی جاتی۔ البتہ وہ اس عورت کا بیٹا ہے کیونکہ ان میں ماں بیٹا کا تعلق یقینی ہے۔ بدکاری کرنے والے مردوں میں سے کسی کا عورت سے جائز تعلق نہیں تھا۔ اس لئے وہ ان میں سے کسی کا بیٹا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

استقاط حمل کی صورت میں کفارہ کی مالیت؟

● سوال ۱۵: میں نے حمل ساقط کروا دیا ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ اس صورت میں جتنا صدقہ کرنا واجب ہے، ادا کر کے گناہ کا کفارہ دے دوں۔ میں غرہ (غلام) کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ میری معلومات کے مطابق 'غرہ' کی قیمت بالغ انسان کی دیت کے پانچویں حصے کے برابر ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اس کی کتنی قیمت بنے گی؟

جواب: حمل ساقط کرنے سے ایک غرہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا واجب ہوتا ہے۔ انہیں غرہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انتہائی قیمتی مال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہی فیصلہ ہے۔ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا۔ جس سے وہ بھی مر گئی اور اس کے پیٹ کا بچہ بھی مر گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا تو آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ دیا کہ اس کے بچے کی دیت ایک غلام یا ایک لونڈی ہے۔ آپؐ نے عورت کی دیت کی ذمہ داری اس (قاتل عورت) کی برادری پر ڈالی، اور اس (مقتولہ) کی وراثت اس کی اولاد اور دوسرے اقارب کو عطا فرمائی۔ (متفق علیہ)

اس کے علاوہ صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے استقاط کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپؐ نے اس قسم کے مقدمے میں ایک غرہ یعنی غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپ کوئی گواہ لائیں جو آپ کے ساتھ گواہی دے۔ تب محمد مسلمہؓ نے (اس کی تائید میں) گواہی دی۔“ (متفق علیہ)

فقہاء نے غرہ کی قیمت دیت کا بیسواں حصہ بیان کی ہے۔ یعنی پانچ اونٹ، یا سونے کے پچاس دینار یا چاندی کے چھ سو درہم۔ اس کی روشنی میں غرہ کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے۔ مثلاً یہ دیکھا جائے کہ ایک گرام سونے کی کتنی قیمت ہے۔ پھر اس قیمت کو پچاس سے ضرب دی جائے یا یہ معلوم کیا کہ ایک (اوسط درجے) کی اونٹنی کی قیمت کتنی ہے، پھر اسے پانچ سے ضرب دے لی جائے۔ اس طرح دیت کی رقم معلوم ہو جائے گی۔

مال اور روزگار کے مسائل

شراب خانے کے مسلمان مالک کی دعوتِ طعام میں شرکت

❁ سوال ۱۶: کسی شراب خانے کا مالک یا اس میں کام کرنے والا مسلمان اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو کھانے پینے کی دعوت دے تو کیا وہ اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ یا ان کے لئے اس کے ساتھ مل کر کھانا پینا حرام ہے؟

جواب: اس شخص کے اقارب اور ہمسایوں کے لئے جائز ہے کہ اس کی دعوت قبول نہ کریں تاکہ اس سے ناراضگی کا اظہار ہو، اور اس کے گناہ سے لائقیتی کا اعلان ہو، اور اسے یقین ہو جائے کہ وہ جس گناہ میں ملوث ہے، اس کی وجہ سے لوگ اسے حقیر سمجھتے اور نفرت کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شامل ہے جیسے جہاد سے پیچھے رہ جانے والے تین حضرات سے نبی اکرم ﷺ کے حکم سے بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ نے اپنے نبی کو اطلاع دی کہ ان کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ اس شخص کی دعوت قبول کر لی جائے لیکن اس کے ساتھ اسے نصیحت کی جائے اور اسے متنبہ کر دیا جائے کہ اگر اس نے نصیحت قبول نہ کی تو آئندہ اس کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی۔ ان دونوں میں سے جو طریقہ زیادہ مناسب محسوس ہو، جس سے اس کی اصلاح ہو جانے اور باطل سے باز آ جانے کی زیادہ اُمید ہو، وہی طریقہ اختیار کر لیا جائے۔ اس مقام پر شارع کا ایک مقصد ہے اور وہ ہے گناہ میں ملوث شخص کا گناہ سے باز آ جانا۔ اصول یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں جب شریعت کا مقصود واضح ہو، اور حصولِ مقصد

کے متعلق ذرائع موجود ہوں، تو اس کے لئے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے مقصود حاصل ہونے کا زیادہ یقین ہو۔

تاہم یہ طعام بذات خود حرام نہیں، اس کا گناہ کمائیوالے پر ہے۔ حرمت کا تعلق خود اس شخص کی ذات سے ہے۔ ناجائز کمائی کے ذریعے حاصل ہونیوالے ہر کھانے کا یہی حکم ہے۔ البتہ اگر مال چوری یا غصب کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو، اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس کا اصل مالک فلاں ہے تو اسے کھانا کسی کے لئے حلال نہیں۔ اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مالک کو واپس کیا جائے۔ اور جو شخص اس میں مدد کر سکتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ مال کی واپسی میں ممکن حد تک تعاون کرے۔ (واللہ اعلم)

حرام کمائی والے شخص کا صدقہ قبول کرنا؟

سوال ۱۷: کیا اسلامی مراکز و مدارس اس آدمی سے چندہ وصول کر سکتے ہیں جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ شراب یا خنزیر فروخت کرتا ہے؟ کیا امام یا مسجد کی انتظامیہ کے لئے اس سے چندہ مانگنا جائز ہے؟

جواب: شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کے قطعی حرام ہونے پر اجماع ہے۔ اس گناہ کا ارتکاب کرنے والا بالاتفاق ظالم اور گنہگار ہے۔ اس کے قرب و جوار کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے نصیحت کریں اور اس قدر ڈانٹ ڈپٹ کریں، اسے طریقے طریقے سے توجہ دلائیں کہ وہ اس حرکت سے باز آجائے۔ اس کے لئے یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اس کو اہمیت نہ دی جائے اور اس کا صدقہ قبول نہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے منعقد کیے جانے والے اجلاس میں اسے مدعو نہ کیا جائے۔ بلکہ اس وقت تو یہ صورت اختیار کرنا ضروری ہو جاتی ہے جب اس کے غلط کام سے اعلان براءت، اور اس کے حرام ہونے کو پرزور طور پر واضح کرنے کا یہی مناسب طریقہ ہو۔ یا اس سے نرمی کرنے سے خطرہ ہو کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جائے گا کہ صدقہ دے کر اس کا حرام کاموں کے ارتکاب کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ جیسے مسلمان ملکوں میں رقص و سرود سے روزی کمانے والی بعض عورتیں ماہ رمضان میں اجتماعی

افطاری کا بندوبست کر کے یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ اس طرح وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو گئی ہیں، اگرچہ آئندہ کے لئے وہ اسی گناہ کو جاری رکھنے کا پختہ ارادہ رکھتی ہوں۔ یا یہ خطرہ ہو کہ بعض عوام یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ اس طرح ان کے لئے (گناہ پر قائم رہنے کی) گنجائش پیدا ہو سکتی ہے، یا یہ سمجھیں گے کہ ان کاموں سے منع نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعت و معصیت کے مرتکب کو زجر و توبیخ کرنے سے شریعت کا ایک مقصد حاصل ہوتا ہے، وہ یہ کہ ان مجرموں اور بدعتیوں کو منع کیا جائے، اور عوام کو متنبہ کیا جائے کہ ان جیسے کام نہ کریں۔ اور اُمت بھی بدعتوں اور خلاف شریعت اعمال کے ارتکاب سے بچ جائے۔

اس علانیہ بائیکاٹ کے باوجود یہ درست ہے کہ کوئی عالم اسے نصیحت کرنے کے لئے خفیہ طور پر اس سے رابطہ قائم رکھے، یا خفیہ طور پر اس سے صدقہ وصول کر لیا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے نصیحت بھی جاری رہے اور مسلمانوں کی اجتماعیت کے ساتھ اس کا تعلق نچلے درجے تک قائم رہے۔ تاکہ عام بائیکاٹ کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی جماعت سے مکمل طور پر الگ ہو جانے کا فیصلہ نہ کر لے۔

خلاصہ کاام یہ ہے کہ اس سے صدقہ وصول نہ کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے۔ یہ خود ان مالوں کو وصول کرنے کی حرمت کے قبیل سے نہیں۔ حرام کمائی سے حاصل ہونے والے حرام مال سے توبہ کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اس مال کو رفاہ عامہ کے کسی کام میں خرچ کر کے اس سے جان چھڑا لے۔ لہذا توبہ کے بعد یہ مال آخر کار اسلامی اداروں کے پاس ہی آئیں گے تاکہ وہ آدمی حرام مال سے نجات پالے، یا اس کی کمائی میں خلاف شریعت کاموں اور گناہوں کی جو ملاوٹ ہو گئی ہے، اس سے اپنے مال کو پاک کر لے۔ (واللہ اعلم)

www.KitaboSunnat.com

برائی میں تعاون کرنے والی ملازمت کا مسئلہ

سوال ۱۸: ایک شخص ٹیکسی ڈرائیور ہے، اسے معلوم نہیں کہ اس کی گاڑی میں کون سوار ہوگا۔ کیونکہ اس کی بکنگ کمپیوٹر یا ٹیلیفون کے ذریعے ہوتی ہے۔ اگر اس کی ٹیکسی میں سوار ہونے کے لئے کوئی شخص شراب لے کر آجائے، یا کوئی عورت فسق و فجور کے مقام پر جانے

کیلئے عیسیٰ لے، تو وہ اس کا مطالبہ پورا کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انکار کی صورت میں اسے ملازمت سے جواب مل سکتا ہے۔ اس بارے میں اسلام کا حکم تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب: اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام ممنوع ہے جس سے کسی گناہ میں مدد ملتی ہو۔ مثلاً شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور بیچنا منع ہے۔ ایسے شخص کو ہتھیار فروخت نہیں کیا جاسکتا جو اس کے ذریعے کسی بے گناہ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ کسی آدمی کو شراب نوشی کے لئے شراب خانے تک یا بدکاری کے لئے چٹلے تک سواری مہیا نہیں کی جاسکتی۔ ان احکام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ: ۲) ”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔“

لہذا مسلمان ڈرائیور اگر ایسے کام سے بچ سکتا ہو، جس کے ذریعے گناہ میں تعاون ہوتا ہو، تو اسے ضرور بیچنا چاہئے۔ اس صورت میں اسے رخصت تلاش کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر اس کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اسے لاچار (مضطر) قرار دیا جاسکتا ہے۔

اور اس کام کو شبہ والا سمجھنا چاہئے۔ ایسے واقعات کی قلت و کثرت کی بنا پر شبہ بھی ہلکا یا شدید ہوگا۔ یعنی اگر اس کے کام میں یہ (گناہ والی) کیفیت زیادہ ہے تو اس کا اثر اس کے کام کے جواز پر بھی پڑے گا اور ایسی ملازمت ناجائز ہو جائے گی۔ تب ضروری ہوگا کہ وہ کوئی دوسرا کام تلاش کرے، یا اس کام کے لئے ایسی جگہ تلاش کرے جہاں وہ اللہ کی رضا زیادہ حاصل کر سکتا ہو، اور اسے اس قسم کی صورت حال پیش آنے کے امکانات کم ہوں۔

اِنَّ اللّٰهَ اَقْبَلُ الْاِقْبَالِ
اِنَّ اللّٰهَ اَقْبَلُ الْاِقْبَالِ
اِنَّ اللّٰهَ اَقْبَلُ الْاِقْبَالِ

زکوٰۃ کے مصارف

دعوتی سرگرمیوں کے لئے مالی زکوٰۃ کا استعمال؟

❁ سوال ۱۹: کیا امریکہ کے اسلامک سنٹر زکوٰۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے قرض ادا کر سکیں جو زمین کی خریداری، تعمیرات، یا کسی عمارت میں ضروری توسیع کی وجہ سے ان کے ذمہ ہیں، یا دوسرے قرض یا ادھار چیزیں لینے کی وجہ سے یا سنٹر کے ضروری اخراجات پورے کرنے کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں، خواہ یہ (اخراجات) تنخواہوں کی صورت میں ہوں، یا ٹیکسوں کی ادائیگی کی صورت میں، یا مرمت وغیرہ کے لئے یا اسلامی پروگراموں کو جاری رکھنے کے لئے ان کی ضرورت پڑتی ہو؟

جواب: اس سوال کے جواب میں علما کی مختلف آرا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف میں (فی سبیل اللہ) کا مقصود متعین کرنے میں علما میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

❁ متقدمین میں سے اکثر علما 'فی سبیل اللہ' کو جہاد اور اس سے متعلق مصارف تک ہی محدود قرار دیتے ہیں۔ وہ اس میں مجاہدین کے علاوہ کسی اور کو شامل نہیں کرتے۔ کیونکہ جب یہ لفظ مطلق ہو تو اس سے مراد 'جہاد' ہی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس مصرف (فی سبیل اللہ) کے مفہوم کو عام کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باقی مصارف کا عدم ہوجائیں گے، یا ان کا الگ سے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

❁ متاخرین میں سے بہت سے علما اس کو وسیع معنوں میں لیتے ہیں، اور اس میں عوامی بہبود کے تمام کاموں کو شامل کرتے ہیں۔

❁ ایک تیسرے فریق نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مصرف سے

صرف 'جہاد' مراد ہے۔ لیکن اسلام میں جہاد صرف قتال پر ہی نہیں بولا جاتا بلکہ اس میں زبانی جہاد اور اللہ کی طرف دعوت دینے کا جہاد بھی شامل ہے۔ یعنی 'جہاد' صرف تلوار سے جنگ کرنے کا نام نہیں۔ کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”مشرکین سے جہاد کرو، اپنے ہاتھوں کے ساتھ، اپنی زبانوں کے ساتھ اور اپنے مالوں کے ساتھ۔“ خصوصاً کافر ممالک میں، جہاں مسلمان جلا وطنی اور لادینیت کا شکار ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کے تحت کام کرنے والی فقہی مجلس نے بھی جہاد کے اس وسیع تر مفہوم کی باقاعدہ تائید کی ہے۔ اور انہوں نے جہاد کے مفہوم میں اس طرح کی تمام سرگرمیوں کو شامل کیا ہے کیونکہ موجودہ حالات میں اس نوعیت کے کام جہاد کی ہی صورتوں میں داخل ہیں۔

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں رائج قول یہی ہے کہ اس مصرف میں غیر مسلم ممالک میں اسلام کی دعوت دینا بھی شامل ہے۔ اور ان ملکوں میں قائم ان دعوتی اور تعلیمی اداروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جو ان ممالک میں مسلمانوں کو اسلام پر قائم رکھتے ہیں اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ (دلیلہ (اعلم)

دعوتی سرگرمیوں میں کمی بیشی کی بنا پر زکوٰۃ دینے میں ترجیح؟

سوال ۲۰: ایک اسلامک سنٹر میں اسلامی مدرسہ یا دعوت و تبلیغ کا مرکز قائم ہے۔ جبکہ دوسرے اسلامک سنٹر میں صرف مسجد ہے جس میں نماز ادا کی جاتی ہے اور مسلمان کیمونٹی کو درس دیے جاتے ہیں، کیا زکوٰۃ ادا کرنے کے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ہے؟

جواب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان اسلامی مراکز کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جن کو اس کی ضرورت ہو، خواہ وہ مرکز کو چلانے کے لئے ہو یا اس کا قرض ادا کرنے کے لئے۔ لیکن اگر اللہ نے اسے مستغنی کیا ہو مثلاً اس کے اوقاف سے اتنی آمدنی حاصل ہو جاتی ہو، جس سے اس کے اخراجات پورے ہو سکتے ہوں، یا کوئی حکومت یا ادارہ وغیرہ اس پر خرچ کرنے کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہو، تو اس صورت میں مرکز کے لئے جائز نہیں کہ حاجت مندوں کے حق میں سے کچھ لے لے کیونکہ غنی آدمی کیلئے اور طاقتور صحت مند آدمی کے لئے صدقہ لینا حلال نہیں۔

بدعتیوں کی مساجد کے ساتھ تعاون؟

❁ سوال ۲۱: ان مساجد کے ساتھ تعاون کا کیا حکم ہے جن کی انتظامیہ کے ساتھ ہم فکری اور منہجی اختلاف رکھتے ہیں؟ کیا ان کیلئے چندہ جمع کرنے کے اجتماعات کا اعلان کرنا جائز ہے؟

جواب: جس شخص میں اللہ کے پسندیدہ اعمال بھی پائے جائیں، اور اللہ کے ناپسندیدہ اعمال بھی، اس سے ایک لحاظ سے دوستی رکھی جائے گی اور ایک لحاظ سے نفرت۔ اس سے دوستی اور محبت اس کے بنیادی طور پر مومن ہونے کی وجہ سے، نیک اور پابند شریعت ہونے کی بنا پر ہوگی، اور اس سے نفرت اس کے فسق و فجور یا بدعت کے مطابق ہوگی۔

یہ لوگ جو عقیدے میں بدعت پر قائم ہیں، ان سے اللہ اور رسول ﷺ پر بنیادی طور پر ان کے ایمان رکھنے کی وجہ سے محبت کی جائے گی۔ اس لئے انہیں کفار کے قابو میں نہیں جانے دیا جائے گا، مشکلات و مصائب میں ان کی فریادری کی جائے گی۔ زندگی میں ان کے لئے ہدایت کی دعا کی جائے گی، اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے رحمت کی دعا کی جائے گی۔ ان کی بدعت اور گمراہی کی وجہ سے انہیں بدعت سے منع کیا جائے گا، ایسے مقام پر ان کی مدد نہیں کی جائے گی جہاں مدد کرنے سے ان کو بدعت کی ترویج کی طاقت حاصل ہو جائے اور وہ لوگوں کو گمراہ کر سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ فائدہ اس طریقے میں ہو کہ لوگوں کو سنت پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے اور اس کے بنیادی مسائل کی تعلیم دی جائے۔

اور کسی شخص یا ادارے کو نشانہ نہ بنایا جائے۔ اس سے اُمید ہے کہ بعض افراد حق کی طرف آجائیں اور ایک قبلہ کو ماننے والوں کے درمیان دشمنی اور نفرت پیدا نہ ہو، جب کہ حالات ایسے نازک ہیں کہ باہمی اتفاق اور اتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ لہذا ایسے مقام پر ان کی مدد کی جائے گی جہاں انہیں فوری امداد کی ضرورت ہو مثلاً کسی مسجد پر غیر مسلموں کے قبضے کا خطرہ ہو، یا ان کی طرف سے اس کے بند کر دیے جانے کا اندیشہ ہو۔ ایسے مواقع پر مسجد کا بدعتی مسلمانوں کے زیر انتظام کھلی رہنا، اس کے غیر مسلموں کے قبضے میں چلے جانے سے بہتر ہے۔ یا مثلاً ان پر غیر مسلم زیادتی کر رہے ہیں اور اس کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کی ضرورت ہو، اور اس مقصد کیلئے مال وغیرہ جمع کرنے کی سخت ضرورت ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعض دوسرے مقامات پر ان سے تعاون نہیں کیا جائے گا، مثلاً جب وہ اپنے باطل عقائد اور بدعتوں کو عام کرنے اور ان کی نشر و اشاعت کے لئے مال جمع کر رہے ہوں تو ان سے تعاون نہیں کیا جائے گا۔ تب ہمارا عمل اللہ عز و جل کے اس فرمان پر ہوگا: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ”نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو، گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو۔“ ان سب اُمور میں یہ اصول پیش نظر رکھا جائے گا کہ شریعت کی بنیاد بہتر اچھائی کے حصول اور بدتر برائی کی روک تھام پر ہے۔ (واللہ اعلم)

سود پر خریدے گئے مکان کی باقی اقساط کا مسئلہ

سوال ۲۲: میری ایک دوست حال ہی میں پوری طرح سوچ سمجھ کر اور دل کے پورے اطمینان کے ساتھ مسلمان ہوئی ہے۔ اس نے سود پر ایک مکان خریدا تھا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ سود لینا اور دینا حرام ہے۔ اب اسے کیا کرنا چاہئے جب کہ وہ مکان کی باقی قیمت یکمشت ادا نہیں کر سکتی۔ اس نے توبہ کر لی ہے اور پچھلے گناہ پر نادم ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ سے اُسے نجات دے دے۔ کیا آپ کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟

جواب: اس خاتون کے سامنے کئی راستے ہیں:

- ① وہ یہ مکان فروخت کر دے، اور اس سودے سے مکمل طور پر بری الذمہ ہو جائے۔ خود کرائے کے مکان میں رہائش اختیار کر لے، حتیٰ کہ اللہ اسے اپنے فضل سے رزق دے (اور وہ اپنا مکان خریدنے کے قابل ہو جائے۔)
- ② وہ کوئی اسلامی کمپنی تلاش کر کے معاہدہ اس کی طرف منتقل کر دے۔ اس سلسلے میں رائج قوانین کے مطابق بعض ایسی شروط طے کر لی جائیں یا کوئی ایسا اتفاق کر لیا جائے جس سے یہ کام درست ہو جائے۔
- ③ کمیونٹی میں کوئی مسلمان سرمایہ کار تلاش کرے، جو اس مکان کو مکمل طور پر خرید کر اس خاتون کو کرائے پر دے دے۔ یا اسلامی قواعد کے مطابق قسطوں پر اس خاتون کے ہاتھ فروخت کر دے۔

④ کوئی آدمی اسے مکان کی باقی ماندہ قیمت کے برابر قرضِ حسنہ دے دے، جسے وہ قرض

⑤ اگر اس کیلئے مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنا ممکن نہ ہو تو دل میں یہ پختہ ارادہ رکھے کہ جو نبی ممکن ہوا، وہ اس مکان سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے گی اور مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی شرعی متبادل تلاش کرنے کی کوشش کرتی رہے، اور اللہ سے خلوص کے ساتھ دعا کرتی رہے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

اتفاقاً دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

❁ سوال ۲۳: اگر کسی عورت نے کسی دوسری عورت کے بچے کو اتفاقاً دودھ پلا دیا ہو، تو کیا اس عورت کا بچہ یا بچی، اس بچی یا بچے سے نکاح کر سکتا ہے، جس کو اس نے اتفاقاً دودھ پلایا تھا؟

جواب: رضاعت کے بارے میں صحیح قابل اعتماد قول یہی ہے کہ پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ بچہ اگر ایک دو بار دودھ چوسے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک یا دو بار چوسنا حرام نہیں کرتا۔“ اس کے علاوہ صحیح مسلم میں حضرت ام الفضلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”نبی ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (اس نے کہا:) ”اللہ کے نبی ﷺ! میری ایک بیوی تھی۔ میں نے اس کی موجودگی میں ایک اور عورت سے نکاح کر لیا۔ اب میری پہلی بیوی کہتی ہے کہ اس نے میری دوسری بیوی کو ایک بار یادو بار دودھ پلایا تھا“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک دو بار منہ میں دودھ دینا حرام نہیں کرتا۔“

❁ موطاً امام مالک اور مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ حضرت سالمؓ کے معاملے میں ابو حذیفہؓ کی زوجہ محترمہ حضرت سہلہؓ سے فرمایا تھا: ”اے پانچ بار دودھ پلا دے۔“ تاکہ وہ لڑکا ان کا محرم بن جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ سے کم دفعہ دودھ پلانے سے محرم کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔

❁ عقلی طور پر دیکھا جائے تو پانچ دفعہ دودھ پلانے سے بچے کی جسمانی افزائش اور ہڈیوں کی مضبوطی میں فرق پڑتا ہے۔ اس طرح دودھ پلانے والی اور دودھ پینے والے کے درمیان میں بیٹے کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ چونکہ سوال کرنے والی خاتون نے اس بچے کو صرف ایک بار دودھ پلایا ہے، لہذا اس سے نکاح کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور ان دونوں کے

درمیان محرم کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ اور اس جیسے کئی مضامین محدث میں ہر ماہ شائع ہوتے ہیں
اپنی دینی معلومات میں اضافے کے لئے ماہنامہ 'محدث' کا مطالعہ کریں

اُمّتِ مسلمہؐ فکری اعتدال کا علمبردار علمی و تحقیقی مجلہ محدثین کی علمی روایات کا آئین اور فکری تحریک کا ترجمان

علم و ادب کے مرکز لاہور سے پینتیس سال سے شائع
ہونے والا پاکستان کا مقبول ترین علمی و تحقیقی مجلہ
علماء، دانشور، وکلاء، خطباء، طلباء
اور اہل فکر و نظر کی اولین پسند

ماہنامہ
محدث
لاہور

۶ سال سے نئی آب و تاب کے ساتھ ہر ماہ باقاعدہ شائع ہو رہا ہے ﴿﴾

خوبصورت کمپوزنگ، معیاری سفید کاغذ، دیدہ زیب طباعت، ۸۰ صفحات
ہر شمارے میں ۵ سے زائد اہم مضامین جن میں سے ہر ایک اپنے موضوع پر مکمل کتابچہ ہے

قومی امور پر اسلامی نقطہ نظر، کتاب و سنت، فقہ و اجتہاد، ایمان و عقائد اور دارالافتاء کے مستقل سلسلے

اسلام اور جدید مغربی افکار پر ہر ماہ اہم مضامین نامور محققین، معروف علماء کی تحریریں

عالم اسلام کی علمی تحریکوں کا تعارف و تبصرہ اور منتخب عربی مضامین کے تراجم

محدث میں شائع ہونے والے مضامین اکثر دینی جرائد اور اخبارات دوبارہ شائع کرتے ہیں!

جدید سودی نظریات اور اسلام، جادو کے شرعی توڑ، معاشرتی مسائل پر اسلامی نکتہ نظر، تحریک نسواں
ہیومن رائٹس، اسلام اور مغرب وغیرہ موضوعات پر محدث کے مضامین منفرد اہمیت رکھتے ہیں!

اگر آپ غور و فکر کا رجحان اور لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں تو محدث ہی آپ کی تشنگی کو دور کر سکتا ہے!

نمونہ کا پرچہ مفت منگوانے کیلئے صرف ایک فون کریں گمر بیٹھے سال بھر وصول کرنے کیلئے ۲۰۰ روپے منی آرڈر کریں

ماہنامہ محدث: ۹۹ بے ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700 فون: 5866396، 5866476

دنیا بھر محدث کا مطالعہ انٹرنیٹ پر کیا جاسکتا ہے www.mohaddis.com

جنوری ۱۹۹۸ء تا دسمبر ۲۰۰۳ء کے شماروں کی سی ڈی بھی دفتر سے منگوائی جاسکتی ہے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صدقہ فطر کے بعض مسائل

امریکہ میں مسلمانوں کے بعض علاقوں میں، اور ملک کے بعض دوسرے حصوں میں بعض اوقات وہ خوردنی اشیاء دستیاب نہیں ہوتیں جن کا ذکر شرعی نصوص میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات بہت سے غریب مسکین مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ان اشیاء خوردنی سے کیسے استفادہ کر سکتے ہیں، اس صورت حال میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں:

صدقہ فطر میں معینہ غذائی جنس کی بجائے مالیت وغیرہ ادا کرنا

سوال ۲۴: کیا 'طعام' (غذائی اشیاء) کے مفہوم میں وسعت پیدا کی جاسکتی ہے، تاکہ ہر وہ چیز اس حکم میں شامل ہو جائے جس کو 'طعام' کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً تیل، سبزی، پھل، چاول، گوشت، منہائی وغیرہ یا ان میں سے بعض اشیاء خوردنی کا جواز صرف اس صورت میں ہوگا، جب یقینی طور پر معلوم ہو کہ ان فقراء و مساکین کیلئے طویل عرصے تک یہ غذائی اشیاء استعمال کرنا مشکل ہے؟

جواب: صدقہ فطر کے لئے حدیث میں جن غذائی اشیاء کا نام لیا گیا ہے وہ یہ ہیں: کھجور، جو، مٹی، پنیر اور گندم۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ کا یہ فرمان مروی ہے:

”ہم لوگ صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع غلہ، یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجوریں، یا ایک

صاع پنیر یا ایک صاع مٹھی نکالتے تھے۔“

نبی علیہ السلام کے زمانہ میں یہی چیزیں زیادہ استعمال ہوتی تھیں۔ ابو سعید خدریؓ کی ایک اور حدیث میں ہے:

”رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع کھانا دیا کرتے تھے۔“

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ”ہمارا کھانا جو، مٹھی، پنیر اور کھجوریں ہوتا تھا۔“ (بخاری)

علمائے کرام نے اس پر قیاس کر کے ہر اس چیز کو اس حکم میں شامل کیا ہے جسے لوگ خوراک کے طور پر استعمال کرنے لگیں مثلاً چاول، والیس وغیرہ۔ وہ کہتے ہیں: صدقہ فطر ادا کرنے والے کو چاہئے کہ اس چیز کا ایک صاع ادا کرے جو علاقے کی عام غذا ہو۔

لیکن کیا غذائی اجناس کے بجائے ان کی قیمت درہم و دینار کی صورت میں ادا کی جاسکتی ہے؟ اس کے جواب میں علما کی مختلف آراء ہیں۔ اکثر علمائے کرام اس کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ صدقہ فطر میں غذائی اجناس ادا کرنا ہی اصل مقصود ہے۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ نقد رقم کا غلط استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بعض غریب لوگ رقم کو حرام اخراجات میں خرچ کر سکتے ہیں۔ جبکہ احناف اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے والے دیگر علما مقصود کا لحاظ رکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: صدقہ فطر کا مقصد یہ ہے کہ محتاجوں کو اس دن سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ یہ مقصد جس طرح غلہ دینے سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح دوسری چیز سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات قیمت ادا کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے حاجت مند کی حاجت زیادہ پوری ہوتی ہے، اور وہ اس کے لئے زیادہ مفید ہوتا ہے۔

بعض علما فرماتے ہیں: جو چیز غریب آدمی کے لئے زیادہ مفید اور اس کی ضرورت کو بہتر طور پر پورا کرنے والی ہو، اس کا لحاظ رکھا جائے، وقت اور مقام کی تبدیلی سے یہ چیز بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں: ”خوشحالی کے ایام میں قیمت ادا کرنا مجھے زیادہ پسند ہے، اور سختی (غذائی قلت) کے ایام میں گندم ادا کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بیان کیا ہے کہ بغیر حاجت کے اور بغیر رائج فائدہ کے قیمت محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(نقد رقم) ادا کرنا ممنوع ہے۔ لیکن ان کے نزدیک حاجت، فائدہ اور انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ۸۲/۲۵، ۸۳)

اس لئے متاخرین میں سے اکثر علما نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ نقد رقم سے ضرورت جس طرح پوری ہوتی ہے، دوسری اشیا سے نہیں ہوتی، اور غریبوں کو صرف خوراک ہی کی ضرورت نہیں ہوتی، بعض اوقات انہیں کھانے پینے سے زیادہ لباس یا دوا کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

صدقہ فطر کی جگہ غذائی اشیا کے کوپن تقسیم کرنا؟

سوال ۲۵: کیا غذائی اشیا دینے کے بجائے یہ جائز ہے کہ اسلامی مرکز مسلمانوں سے ایک اندازے کے مطابق صدقہ فطر کی نقد رقم وصول کر لے۔ پھر غذائی اشیا کے دکان داروں کے تعاون سے ایسے کارڈ یا کوپن جاری کرے جو غریبوں اور مسکینوں کو دے دیے جائیں، تاکہ وہ ان کے ذریعے جب چاہیں اپنی ضرورت کے مطابق غذائی اشیا حاصل کر سکیں؟

جواب: اس تصور میں غالباً دو اجتہاد جمع ہو گئے ہیں جو اس مسئلہ میں وارد ہیں۔ اس سے یہ تسلی بھی ہو جاتی ہے کہ صدقہ فطر کی رقم صرف غذائی اشیا پر صرف ہو جیسے اکثر فقہاء کا قول ہے، اس کے ساتھ ساتھ غذائی اشیا کے انتخاب کی اور ضرورت کے وقت میسر آنے کی سہولت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ غریب آدمی کے پاس غلے کا ڈھیر لگ جائے جس کی اس کو ضرورت نہ ہو، یا ضرورت ہو لیکن دوسری اشیا سے کم ضرورت ہو، اور بجائے اس کے غریب آدمی کے پاس اتنا غلہ جمع ہو جائے جسے سنبھالنا اور سنوار کرنا اس کے لئے مشکل ہو، اس تصور سے یہ موقع ملتا ہے کہ غلہ اٹھائے پھرنے کی بجائے وہ یہ کوپن لے لے جن سے وہ اپنی مرضی کے مطابق، اور ضرورت کے وقت کھانے پینے کی چیز حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ نہ ان غذائی اشیا کو وصول کرنے پر مجبور ہوتا ہے جن کی اسے ضرورت نہیں، نہ اس وقت وصول کرنے پر مجبور ہوتا ہے جب اسے ضرورت نہیں ہوتی۔ اور پھر غذائی اشیا کے دائرہ سے باہر بھی نہیں نکلتا، جبکہ صدقہ فطر کے مسئلہ میں اکثر فقہاء اس دائرہ تک محدود رہتے ہیں۔ اس طرح

صدقہ فطر کا مقصود کامل ترین انداز سے پورا ہو جاتا ہے۔

اور کسی معاملہ میں جب شارع کا مقصود معلوم ہو، تو اس کو حاصل کرنے کے لئے وہ راستہ اختیار کرنا چاہئے جس سے اس کا حصول زیادہ ممکن ہو۔ (دلیلہ اوجہم)

صدقہ فطر کے مال سے کپڑوں کی تقسیم کر دینا؟

سوال ۲۶: کیا صدقہ فطر کی رقم سے کپڑے خرید کر ان افراد یا خاندانوں کو دیے جاسکتے ہیں جن کے پاس ضرورت کے مطابق لباس نہیں ہے؟

جواب: اگر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال علما کا قول پیش نظر رکھا جائے، جو صدقہ فطر میں قیمت ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں اور اس مقام پر اس اجتہاد کا اعتبار کیا جاسکتا ہے تو اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ غریب آدمی کو اس رقم کا مالک بنا دیا جائے اور وہ اپنی مرضی سے حسب ضرورت اسے خرچ کرے۔ سوائے اس صورت کے کہ یہ غریب لوگ یتیم بچے ہوں یا کم عقل ہوں اور صدقہ فطر کا منتظم ہی ان کا سرپرست ہو۔ لیکن یہ فرض کر لینا کہ تمام حاجت مند کم عقل ہیں، جن کے معاملات کے نگران اور ان کی طرف سے ان کے مال میں تصرف کرنے والے وہی ہیں جو صدقہ فطر ادا کرنے والے ہیں، تو یہ سوچ درست نہیں، (دلیلہ اوجہم)

صدقہ فطر کو عید سے چند روز قبل تقسیم کرنا؟

سوال ۲۷: کیا یہ جائز ہے کہ صدقہ فطر شریعت کی طرف سے مقرر کردہ وقت سے پہلے ہفتہ وار چھٹی کے دن تقسیم کر دیا جائے۔ کیونکہ اس دن رضا کارانہ کام کرنے والے افراد زیادہ تعداد میں مل سکتے ہیں، جو کسی دوسرے وقت دستیاب نہیں ہوتے؟

جواب: صدقہ فطر کا اصل مقصد یہ ہے کہ عید کے دن غریبوں کو مانگنے کی ضرورت نہ رہے، لہذا یہ صدقہ ان تک اس انداز سے پہنچنا چاہئے کہ یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ اسے نماز عید سے موخر کرنا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ وہ نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ضرور ادا کر دیا جائے اور فرمایا: ”جس نے اسے نماز سے پہلے ادا کیا تو یہ مقبول صدقہ ہے، اور جس نے نماز (عید) کے بعد ادا کیا، تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔“

اس کی ادائیگی نماز عید سے متصل پہلے یعنی فجر کی نماز اور عید کی نماز کے درمیان بھی

ہو سکتی ہے بلکہ عید کی رات کو بھی ہو سکتی ہے۔ اسے عید سے ایک دو دن پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے جیسے ابن عمرؓ سے مروی ہے اور یہی عام فقہاء کی رائے ہے۔ بعض علماء کے قول کے مطابق آدھا مہینہ پہلے بلکہ مہینے (رمضان) کے شروع میں بھی درست ہے۔ میرے خیال میں اس امر کا تعلق صدقہ فطر کے شرعی مقصد سے ہے اور وہ مقصد ہے عید کے دن حاجت مندوں کو مانگنے کی ضرورت نہ رہنے دینا۔ چونکہ عید سے پہلے ادا کرنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے اس معاملے میں گنجائش ہے۔ واللہ اعلم

چندے کے ڈبوں میں صدقہ فطر کی رقم کی تقسیم؟

سوال ۲۸: اسلامی مراکز صدقہ فطر کی اس رقم کا کیا کریں جو مسلمان، نماز عید سے

پہلے چندے کے ڈبوں میں ڈال دیتے ہیں؟

جواب: اس رقم کو شرعی مصارف میں ہی خرچ کرنا چاہئے۔ صدقات کی تقسیم کے عام معروف اصول و ضوابط کے مطابق وہ رقم غریبوں اور مسکینوں کی ملکیت میں دی جائے، اور ان کی تقسیم عید کے دن سے مؤخر نہیں کرنی چاہئے، البتہ اس قدر تاخیر ہو سکتی ہے جس میں مستحقین تک رقم پہنچانے کا بندوبست کیا جاسکے۔

ماہنامہ
محدث

امت مسلمہ میں فکری اعتدال کا علم بردار علمی و تحقیقی مجلہ
محدثین کی علمی روایات کا آئین اور فکری تحریک کا ترجمان

سہ حالات حاضرہ، قومی سیاست و معاشرت میں دینی رہنمائی اور اسلامی نقطہ نظر سے بے لاگ تجزیے
سہ قرآن و سنت کی بنیاد پر تمام مسائل فکری میں اتحاد و یکا نگت اور فکری یکجہتی کا پرچارک
سہ قدیم علوم کے ساتھ عصری علوم سے استفادہ کرتے ہوئے جدید مسائل میں اجتہاد کا علمبردار
سہ معارف قرآن..... علوم سب سے عرصہ قرآنیات اور تفسیری مناج کی توضیح
سہ جہاد فی سبیل اللہ، اسلامی سیاست اور دعوت کے نبوی منہاج وغیرہ پر معتدل روش کا آئین
سہ پیش آمدہ مسائل میں نامور علماء پر مشتمل فتویٰ کونسل کی رہنمائی اور جوابات
سہ اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابل اور دورِ جدید میں اسلام کی حقانیت کا ترجمان
سہ مسلم دنیا بالخصوص عالم عرب کی علمی تحریکوں کا تعارف، مفید کتب اور مضامین کے تراجم

محدث خود بڑھے اور اسے اپنے حلقہ احباب تک پہنچائے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ماہنامہ محدث سے ماہنامہ جامعہ لاہور الاسلامیہ دور حاضر کی مثالی درگاہ

دین کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ادارہ ہے جس میں پاکستان میں خوجہ دینی اور دنیاوی نصاب ہائے تعلیم کا احتجاج کر کے ایسا مثالی نصاب و نظام تشکیل دیا گیا ہے جو عالم عرب کی مشہور یونیورسٹیوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ جامعہ ہذا کا مدینہ منورہ یونیورسٹی، اُمّ القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ اور امام محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض کے ساتھ 'معاہدہ' (Affiliation) ہے۔ جامعہ کے شعبہ جات درج ذیل ہیں:

كلية الشريعة والعلوم العربیة پاکستان میں عصری قانون سے اسلامی قانون کی طرف پیش رفت کے لیے ۱۹۷۹ء میں قائم کیا گیا جس کے مقاصد یوں ہیں کہ

یہاں سے فارغ التحصیل علماء پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی کوششوں میں شریک ہوں۔
کلیہ ہذا عرب ممالک کی معروف اسلامی جامعات کی طرز پر پاکستان میں اسلامی علوم و معارف کی یونیورسٹی کے لیے سنگ بنیاد بن سکے۔

کلیہ کے امتیازات صبح کی شفٹ میں دینی اور عربی علوم کی تعلیم مدینہ یونیورسٹی کے معیار پر دی جاتی ہے اور شام کی شفٹ میں ایم اے تک عصری علوم پڑھائے جاتے ہیں تاکہ فارغ التحصیل طلبہ علوم اسلامیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم و تحقیق جدید کی صوفشانیوں سے بھی منور ہوں۔

اس کلیہ میں شریعت اور عربی علوم کے ساتھ ساتھ فقہ اسلامی کے تقابلی جائزہ کے علاوہ علم قانون کا تجزیاتی مطالعہ بھی کرایا جاتا ہے جس سے طلبہ میں دور حاضر کے جدید مسائل کے حل کے لئے اجتہادی صلاحیت پیدا کرنا مقصود ہے۔ نیز کلیہ ہذا میں فاضل عربی اور دیگر سرکاری امتحانات کی تیاری کا بھی انتظام ہے۔

كلية القرآن والعلوم الاسلامیة مدارس دینیہ میں علوم قرآن کی ترویج کے لئے ماہر قراء و علما کی زیر نگرانی ۱۹۹۱ء میں اس کلیہ کا اجرا کیا گیا۔ جس میں وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب میں کچھ ترامیم کر کے مدینہ یونیورسٹی کے نصاب تجوید و قراءت سب سے عشرہ کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ اس کلیہ کا فارغ التحصیل:

ماہر قاری ہونے کے ساتھ ساتھ مستند عالم دین بھی ہو، اور قرآن کو علوم اسلامیہ میں مرکزی حیثیت ملے
امت پر عائد خدمت قرآن وحدیث کے فریضہ کو جامع شکل میں بجالا سکے کیونکہ المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تجوید و قراءت کی مخصوص درجہ ہوں کا فارغ التحصیل دیگر علوم شرعیہ اور عربی زبان کی تعلیم سے ناواقف رہتا ہے..... دوسری طرف دینی مدارس کے فضلا علوم قرآن، تجوید و قراءات وغیرہ سے محروم رہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے پیش خیمہ ثابت ہو جو مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اثر احادیث سے بدظنی کے باعث متنوع قراءات کے 'معجزہ قرآنی' کے منکر ہیں۔

مدرسة إحصانیہ کلیہ الشریعہ اور کلیہ القرآن سے ملحقہ ثانوی درجہ کی تعلیم کے لیے مخصوص ہے۔

جامعہ کے زیر انتظام ہر طالب علم کو کمپیوٹر ٹریننگ بھی مفت دی جاتی ہے

جامعہ لاہور الاسلامیہ: ۹۱ بابرا بلاک، نیوگا روڈ ناؤن، لاہور فون: ۵۸۳۷۳۹، ۵۸۵۲۵۹۱

دعوت و تبلیغ اور مساجد متعلقہ مسائل

مسجد میں غیر مسلم کو خطاب کی اجازت؟

سوال ۲۹: کیا غیر مسلموں کو مسجد میں آنے کی دعوت دی جاسکتی ہے تاکہ وہ بعض اہم معاملات کے بارے میں مسلمانوں سے خطاب کریں یا اس لئے کہ انہیں مسلمانوں کی ضروریات سے آگاہ کیا جائے؟ اگر خطاب کرنے والی کوئی خاتون ہو تب کیا حکم ہے؟
جواب: غیر مسلموں کو مسلمانوں کے اجتماعات میں دعوت دینے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے:

اگر اس میں مسلمانوں کا واضح فائدہ ہو، اس کے مقابلے میں کوئی اس سے بڑی خرابی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، تاہم خرابیوں کو حسب استطاعت کم کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ بالخصوص جب لیکچر دینے والی کوئی خاتون ہو، تو فتنہ کے اسباب کم کرنے میں اجتہاد کرنا چاہئے۔ نشستوں کو اس انداز سے ترتیب دیا جائے کہ ممکن حد تک اختلاط کم سے کم ہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ بعض علاقوں میں متعصب غیر مسلموں کی طرف سے مسلمان افراد پر تشدد کے واقعات کے بعد بعض افسر اور ذمہ دار افراد تشدد کے ان واقعات پر احتجاج کرنے اور مجرموں کی مذمت کرنے کے لئے، یا مسلمانوں کے قانونی حقوق واضح کرنے کے لئے، اور زیادتی وغیرہ کے موقع پر دفاع کے طریقے بتانے کے لئے آتے ہیں یا کوئی ایسا دنیوی علم سکھانے کے لئے آتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہے، تو اس قسم کے معاملات میں تعاون کرنا چاہئے۔

۱۰ اگر اس میں دعوت و تبلیغ کے نقطہ نظر سے فائدہ ہو، اور اس کے ساتھ کوئی اس سے بڑی خرابی نہ ہو، تو بھی اس میں حرج نہیں۔ جب کہ ایسے پروگرام منعقد کرانے والوں کی نیت شروع میں بھی نیک ہو اور بعد میں بھی ہمیشہ نیک رہے۔ جب کہ اس سلسلے کا اصل مقصد اللہ کی طرف بلانا، اور اسلام کو دوسرے مذاہب سے برتر ثابت کرنا ہو۔ اس کی مثال وہ مناظرے ہیں جو مسجدوں اور کلیساؤں میں ہوتے ہیں تاکہ حق واضح ہو، اور حجت قائم ہو۔ اس مقصد کے لئے راستہ ہموار کرنے کے لئے ہونے والی ملاقاتیں اور دوسری ملاقاتیں جن کا تعلق تبلیغ اور اس کے پروگراموں سے ہو، وہ سب اس میں شامل ہیں۔

۱۱ ان فوائد کا اندازہ لگانا مسجد کے اہل حل و عقد کا کام ہے۔ باقی افراد کو ان کا ساتھ دینا چاہئے، اور انہیں بہتر مشوروں سے نوازنا چاہئے، کیونکہ ایسے معاملات میں اکثر غلط فہمیاں اور لغزشیں ہو جایا کرتی ہیں۔ ان سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے، جسے اللہ محفوظ رکھے۔

۱۲ اگر ان اجتماعات میں مذکورہ بالا فوائد نہ ہوں، بلکہ ان کا مقصد محض غیر مسلموں سے میل ملاپ بڑھانا، ان کا احترام کرنا، اور ان سے محبت کا اظہار کرنا ہو، جب کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی واضح فائدہ نہ ہو، اور دعوت و تبلیغ کا بھی کوئی واضح فائدہ نہ ہو، تو یہ بنیادی طور پر ممنوع ہیں۔ اس کی دلیل ان نصوص کا عموم ہے جو مؤمنوں سے محبت رکھنے کا حکم دیتی ہیں اور کافروں سے دلی دوستی کرنے، اور مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ہم راز بنانے سے منع کرتی ہیں اور اس لئے بھی کہ مسجدوں کا احترام برقرار رکھنا واجب ہے۔ (اللہ اعلم)

غیر مسلم خواتین کی نامناسب لباس میں مسجد میں آمد؟

سوال ۳۰: اگر ہم غیر مسلموں کو مسجد میں آنے کی دعوت دیں تو ان عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں جو نامناسب لباس پہن کر مسجد میں آجائیں گی، اسی طرح مردوں اور عورتوں کے اختلاط کا مسئلہ بھی پیش آئے گا؟

جواب: اسلام کی دعوت دینا فرض ہے، جس کو ترک کرنا کسی طرح جائز نہیں، اور دعوت کا طریقہ ہے: دوسروں سے رابطہ قائم کرنا، ان کو اپنی بات سنانا، اور ان کی بات سنانا، اور ان

سے براہ راست میل جول رکھنا اور غیر مسلم جب تک اپنے غلط مذہب پر قائم ہے، اسے اسلامی شریعت کے مطابق پردہ کرنے کا اور اپنی عزت کا خیال رکھنے کا پابند نہیں بنایا جاسکتا۔ لہذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک عارضی خرابی ہے، اس پر صبر کریں اور اسے کم کرنے کی کوشش کریں، خرابی کم کرنے کے چند طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

◎ ان کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ مسجد میں آنے کے آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے اور ان آداب میں باپردہ اور باوقار لباس پہننا، اور تہذیب سے اُتری ہوئی بات چیت نہ کرنا بھی شامل ہے۔

◎ اس دعوت کے لئے ایسا وقت مقرر کیا جائے کہ وہ افراد شامل نہ ہوں، جن کے اختلاط اور بے پردگی سے متاثر ہونے کا خطرہ ہو۔

◎ مسجد میں ننہر نے کا وقت مختصر رکھا جائے۔ مثلاً وہ مسجد کی سرسری زیارت کریں، پھر سب کو اس مقصد کے لئے مختص ہال میں ہی چلنے کی دعوت دی جائے، جو نمازیوں سے الگ ہو، تاکہ ایک طرف تو مسجد کا احترام قائم رہے، دوسری طرف فتنہ کے ذرائع محدود ہو جائیں۔

◎ جگہ کو ایسے انداز سے ترتیب دیا جائے، تاکہ جس قدر ڈسپلن قائم رکھنا ہمارے اختیار میں ہے، اتنا زیادہ سے زیادہ قائم رکھا جاسکے۔

مسجد میں موسیقی والی اسلامی فلمیں دکھانا؟

❁ سوال ۳۱: ہماری مسجد کی ایک سرگرمی یہ بھی ہے کہ یہاں ہر جمعہ کی شام مسلمانوں کو کوئی ویڈیو فلم دکھائی جاتی ہے۔ ان میں سے فلمیں بہت مفید ہوتی ہیں لیکن ان میں بیک گراؤنڈ میں تصویریں، موسیقی یا بے پردہ عورتوں کی تصویریں موجود ہوتی ہیں، کیا ایسی فلمیں اس ہال میں دکھائی جاسکتی ہیں جس میں نماز ادا کی جاتی ہے؟ اگر دوسرے کمرے میں دکھائی جائیں، جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی، تو کیا حکم بدل جائے گا؟

جواب: اصول یہ ہے کہ مسجدوں کو حرام اور مشتبہ کاموں سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ انہیں

اللہ کی عبادت اور اطاعت کے کاموں کے لئے مخصوص رہنا چاہئے۔ اس بات کا ان مساجد میں زیادہ خیال رکھنا چاہئے، جہاں سے لوگ دین سیکھتے ہیں، اور جن میں ہونے والی کاموں کی اقتدا کرتے ہیں۔

﴿فلموں کے معاملے میں دو پہلو قابل غور ہیں﴾:

ایک پہلو یہ ہے کہ ان میں جو تصویریں ہوتی ہیں، یا ان کے لئے جو تصویریں کھینچنا پڑتی ہیں، یہ ٹیلیوژن کے معاملے میں محل نظر ہیں۔ ہمارے دین میں یہ بذات خود حرام نہیں کیونکہ یہ ان صورتوں سے قریب ہیں جو آئینے میں نظر آتی ہیں یا پانی میں دیکھنے سے نظر آتی ہیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان میں بعض خلاف شریعت چیزیں پائی جاتی ہیں، جیسے سوال میں اشارہ کرتے ہوئے بے پردہ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، یا ان فلموں کے ساتھ بعض اوقات تصویری موسیقی پائی جاتی ہے تو یہ واضح طور پر غلط کام ہے۔ پہلی چیز (بے پردہ عورتوں کی تصویریں کی حرمت) کے بارے میں تو اجماع ہے۔ دوسری چیز (تصویری موسیقی) کے بارے میں کم از کم جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مشتبہ ہے۔ یعنی ہمارے سامنے ایسی چیز آگئی ہے جس میں فائدہ اور خرابی دونوں موجود ہیں۔ اگر اس کا فائدہ واضح اور غالب ہو تو ان فوائد کے حصول کے لئے ان کی اجازت ^(۱) دی جاسکتی ہے اور اس کی خرابیوں کو ختم یا کم کرنے کے لئے مسلمان حسب طاقت اللہ کا تقویٰ پیش نظر رکھے۔ مثلاً جب بے پردہ عورتوں کی تصویریں آئیں تو نظر جھکالے اور جب موسیقی آئے تو اسے توجہ سے نہ سنے۔ البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ جس شخص کے لئے ممکن ہو وہ ان سب چیزوں سے بچ کر رہے۔ جب کوئی ایسی فلم دکھانے کی ضرورت پڑے تو چاہئے کہ وہ حتی الامکان مسجد اور اس سے تعلق رکھنے والی عمارت سے الگ جگہ میں دکھائی جائیں تاکہ اللہ کے گھر نامناسب امور سے محفوظ رہیں اور ان کا وقار قائم رہے۔ (واللہ اعلم)

① تصویر کو عکس سے تشبیہ دینا محل نظر ہے، کیونکہ تصویر مستقل ہے اور عکس عارضی ہے۔ (مدنی)

② اسلامی واقعات کو فلما نا اور مسلم شخصیات کے تذکروں کو فلموں کے ذریعے محفوظ کرنا یا بچوں کی تفریح کے لیے اسلامی کارٹون بنانا بذات خود محل نظر ہے جس کے جواز و عدم جواز کے بارے میں علما کی آرا مختلف ہیں۔ محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بچوں کے لئے اسلامی فلموں میں موسیقی؟

❁ سوال ۳۲: بچوں کے لئے اسلامی کارٹون فلمیں پائی جاتی ہیں، لیکن ان میں سے اکثر صورتوں میں موسیقی پائی جاتی ہے۔ کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ بچوں کو یا سکول کے طلبہ کو یہ فلمیں دکھائے؟

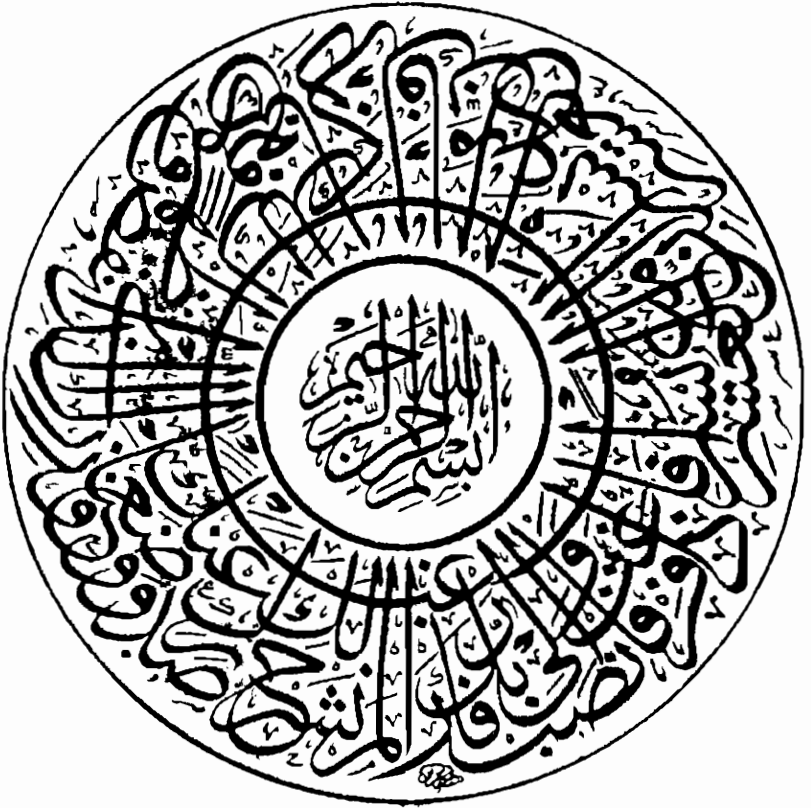
جواب: ضروری ہے کہ ایسے متبادل تلاش کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے جن میں موسیقی نہ ہو۔ یا ان فلموں کو موسیقی سے پاک کرنے کے لئے کسی ماہر فن کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اگر نہ یہ ممکن ہو نہ وہ، اور کوئی ایسی متبادل تلاش کرنا ممکن نہ ہو جس میں پوری طرح شرعی حدود کی پابندی کی گئی ہو، تو یہ ایسی صورت ہے جس میں مصالح اور مفاسد (فوائد اور خرابیاں) دونوں موجود ہیں؛ ہماری رائے یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ مغربی فلموں کی تعداد بہت زیادہ ہے، وہ بچوں کے اذہان پر اثر انداز ہو رہی ہیں، اور امت مسلمہ اس کے مقابلے میں موسیقی سے پاک متبادل پیش نہیں کر سکی، تو ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن بچوں کو سمجھا دیا جائے کہ موسیقی حرام ہے، اور ان (موسیقی والی فلموں) کا استعمال عارضی طور پر کیا جا رہا ہے، اور یہ شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔ اس لئے ان کا استعمال صرف اس وقت تک ہوگا، جب تک مناسب متبادل میسر نہ آجائے، جس میں شرعی حدود کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہو۔ (واللہ اعلم)

چھوٹی عمر کی لڑکی کا مسلمانوں سے خطاب؟

❁ سوال ۳۳: کیا چھوٹی عمر کی لڑکی باپردہ ہو کر عوام سے براہ راست خطاب کر سکتی ہے؟

جواب: گذشتہ سوال کے ضمن میں اس کا جواب موجود ہے۔ تاہم مختصر طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر خطاب کرنا ضروری ہو اور یہ ضرورت خود ساختہ نہ ہو اور نوجوان لڑکی خطاب کے دوران پردے کو اور اسلامی آداب کو ملحوظ رکھ سکے تو کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)

سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ کی کتابت



اختلاف مرد و زن اور غیر مسلموں سے میل جول

نو جوان مرد، نو جوان عورت کو ٹیوشن پڑھا سکتا ہے؟

سوال ۳۴: کیا مرد بالغ عورتوں کو عربی زبان کی تعلیم دے سکتا ہے جب کہ کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے؟ اگر جائز ہے تو کیا غیر مسلم عورتوں کو تعلیم دینے کا حکم بھی یہی ہے؟

جواب: مرد کے لئے بالغ عورتوں کو تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ بشرطیکہ تنہائی اختیار نہ کی جائے اور فتنہ کا خوف نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ یہ فریضہ بڑی عمر کے بوڑھے مرد ادا کریں اور جوان یہ منصب نہ سنبھالیں۔ اس سے فتنہ کا راستہ بند ہونے کی زیادہ امید ہے اور شکوک و شبہات پیدا ہونے کا امکان کم ہے۔ (واللہ اعلم)

سوال ۳۵: کیا (غیر مسلم) مذہبی رہنماؤں کو نماز جمعہ کے موقع پر لیکچر کی دعوت

دینا جائز ہے؟

جواب: اس کا جواب سوال نمبر ۲۹ کے ضمن میں آچکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصولی طور پر تو یہ کام ممنوع ہے کیونکہ قرآن کی آیات کافروں سے دوستی کرنے اور انہیں ہم راز بنانے سے منع کرتی ہیں، اور یہ صورت اس ممانعت کے تحت آتی ہے۔ علاوہ ازیں مجبوروں کو شرک اور مشرکوں سے بچانا بھی ضروری ہے۔ اس ممانعت سے صرف وہ صورت مستثنیٰ ہوگی جس میں مسلمانوں کا واضح فائدہ ہو، یا اس میں دعوت و تبلیغ کے لحاظ سے واضح فائدہ ہو، اور اس کے ساتھ کوئی زیادہ بڑی خرابی نہ پائی جاتی ہو۔ اس کا موازنہ کرنا ان اہل حل و عقد کا کام ہے جو اس محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقام پر موجود ہیں اور حقیقی صورتحال سے آگاہ ہیں۔ (اللہ اعلم)
عورتوں کے لئے 'کیئر' جیسی تنظیموں میں شرکت کا حکم؟

سوال ۳۶: عورتوں کیلئے 'کیئر' (Care) جیسی تنظیموں میں شریک ہونے کا حکم اور

تواعد و ضوابط کیا ہیں؟

جواب: 'کیئر' تنظیم اس لئے قائم کی گئی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کیا جائے اور انہیں اس ملک میں نسلی امتیاز اور نفرت کے جذبات کے نتیجے میں ہونے والے مظالم سے بچایا جائے۔ اس کے پیش نظر اچھے مقاصد ہیں۔ ان کے حصول کے لئے جس شخص کو طاقت حاصل ہے، اس کا شریک ہونا نیکی کا کام ہے، جس پر اللہ کی طرف سے ثواب کی اُمید ہے۔ دوسری تنظیموں کی طرح اس تنظیم میں شامل ہونے کے لئے شرعی اصول و ضوابط موجود ہیں، جن کی پابندی کرنا مردوں اور عورتوں پر برابر فرض ہے۔ عورتوں کے لئے یہ ضوابط مندرجہ ذیل ہیں:

- ◎ شرعی پردے کی پابندی
- ◎ غیر محرموں کے ساتھ تنہائی میں ملاقات سے اور محرم کے بغیر سفر سے اجتناب
- ◎ وقار اور سنجیدگی قائم رکھنا، وقار کے منافی حرکات اور اندازِ کلام سے اجتناب
- ◎ اس کے نتیجے میں دوسرے فرائض کی ادائیگی متاثر نہ ہو، جن کی فرضیت زیادہ مؤکد، اور جن کی ادائیگی زیادہ ضروری ہو۔

’فی جل‘ میں مسلمانوں کی شرکت؟

سوال ۳۷: کیا مسلمانوں کو فیجل میں حاضر ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ ’فی جل‘ میں عیسائیت کی مذہبی بنیادیں موجود ہیں۔ اس لئے یہ دو وجہ سے ممنوع ہے: ایک اس لئے کہ یہ غیر مسلموں سے مشابہت ہے۔ دوم اس لئے کہ یہ بدعتِ عبادت میں، اور باطل مذہب کے دینی اعمال میں شامل ہے۔ لہذا مسلمان کو اس قسم کی تقریبات میں حاضر نہیں ہونا چاہئے۔

اس مقام پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ایک تو وہ تقریبات ہیں جو خاص طور پر اس

مقصد کے لئے منعقد کی جاتی ہیں۔ دوسری وہ تقریبات ہیں جن میں دوسرے مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں اور ضمنیہ چیز بھی شامل ہوتی ہے۔ اگر اس تقریب کا بنیادی مقصد یہ نہ ہو، اور ان میں حاضر ہونے میں مسلمانوں کا کوئی واضح مفاد ہو تو ان میں حاضر ہونا جائز ہے۔ لیکن جب مذہبی رسوم ادا کی جائیں تو مسلمان ان سے الگ رہیں۔ اس طرح فائدہ بھی حاصل ہو جائے گا اور خرابی سے بچاؤ بھی ہو جائے گا۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے ایسا اجلاس بلایا ہے جس میں مختلف مذاہب اور مختلف ثقافتوں کے افراد شامل ہیں، اور وہ لوگ اس اجلاس میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و تشدد کی مذمت کرنا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مسلمان اس جلسہ سے غیر حاضر نہیں رہ سکتے جو منعقد ہی ان کے لئے کیا گیا ہے، وہاں وہ اپنا مسئلہ تفصیل سے بیان کر سکتے ہیں اور الزامات کا جواب دے سکتے ہیں۔ اگر اس پر وگرم میں مذہبی عمل کی کوئی شق موجود ہو، تو غیر مسلموں کے اس کی ادائیگی کے وقت مسلمان اس سے اجتناب کریں۔

غیر مسلموں کی قومی تقریبات میں شرکت؟

سوال ۳۸: کیا قومی تقریبات مثلاً مارٹن لوتھر کے یوم پیدائش کی تقریبات میں اس مقصد کے لئے شرکت جائز ہے کہ معاشرے میں مسلمانوں کے وجود کا احساس دلایا جائے؟

جواب: عید اور جشن مذہبی اعمال میں شامل ہیں۔ مسلمان کو مسلمانوں کے ملک کے اندر بھی اور باہر بھی صرف شرعی عیدیں، یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ منانا چاہئیں۔ اس سے صرف یہ صورت متشبی ہے کہ اسے کسی یقینی یا غالب شر سے بچنے کے لئے ان پر حاضر ہونا پڑے۔ یا اس کا مقصد محض تبلیغ و دعوت کا ایسا کام ہو جو صرف ان تقریبات کے ذریعے ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان جشنوں اور تقریبات میں سے جس کی بنیاد مذہبی تصورات پر ہو، ان کے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے۔ باقی رہیں قومی تقریبات، تو ان کا معاملہ نسبتاً نرم ہے اور یہ اصول قائم رہے گا کہ بنیادی طور پر غیر مسلموں کے جشنوں اور تقریبات میں شرکت سے اجتناب ضروری ہے، سوائے اس مقام کے، جہاں یقینی یا غالب شر سے بچنا، یا دعوت و تبلیغ کا واضح فائدہ حاصل کرنا مقصود ہو۔

اپنے غیر مسلم خاندان کی سالگرہ تقریب میں شرکت؟

❁ سوال ۳۹: جس شخص نے اسلام قبول کر لیا ہے کیا وہ اپنے خاندان کے غیر مسلم افراد کی سالگرہ وغیرہ کی تقریبات میں شریک ہو سکتا ہے جب کہ اس کا مقصد ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات قائم رکھنا ہو؟

جواب: سالگرہ بنیادی طور پر ایک مذہبی تقریب ہے۔ اس میں شریک ہونا گویا باطل اور گناہ والے قول و عمل میں شریک ہونا ہے اور انہیں قائم رکھنے میں تعاون ہے، کیونکہ یہ تقریب منانا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الجماعہ: ۱۸) ”پھر ہم نے آپ کو دین کی (طاہر) راہ پر قائم کر دیا، سو آپ اس پر قائم رہیں، اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔“

❁ رشتہ داری کا نیکی اور صلہ رحمی کا حق ادا کرنے کے لئے اس کے علاوہ دوسرے طریقے اختیار کئے جائیں جنہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے جائز قرار دیا ہے۔ دعوت و تبلیغ کا یہ حق بھی باقی رہتا ہے کہ انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے اور اسلام سے مانوس کرنے کے لئے ہر قسم کا جائز طریقہ اختیار کیا جائے۔ مذہبی تقریبات اور مذہبی رسوم میں شریک ہونا ان جائز طریقوں میں شامل نہیں۔

سالگرہ کے علاوہ کسی اور موقع پر مثلاً چھٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ملاقات کے لئے چلے جانے میں کوئی حرج نہیں، جس کا مقصد صلہ رحمی ہوگا، نہ کہ ان کی تقریب میں شرکت اور اس کی مبارکباد دینا۔ یہ ملاقات وغیرہ اس رات کے گزر جانے کے بعد ہوگی، جس میں وہ یہ تقریب منعقد کرتے ہیں۔ کوئی ایسا تحفہ لے جانا بھی جائز ہے جس کا اس تقریب سے کوئی تعلق بظاہر نہ ہو۔ بلکہ اس ملاقات کی حیثیت ایک ملاقات کی ہوگی۔ اور یہ تحفہ بھی ایک عام تحفہ ہوگا، جیسے کوئی شخص طویل عرصہ کے بعد ملاقات کے موقع پر لے جاتا ہے۔ (رحمہم اللہ)

مغربی معاشرے میں بازاروں میں ملنے والا عام گوشت

❁ سوال ۴۰: مغربی معاشروں میں بازار میں ملنے والا عام گوشت استعمال کرنا کس حد تک جائز ہے؟ اس مسئلہ کی بنا پر بہت جھگڑے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان معاشروں میں رہنے والے بعض افراد بتاتے ہیں کہ گوشت بیچنے والے بعض مسلمان بہت مہنگا بیچتے ہیں اور دنیاوی غرض کے لئے اور تجارتی مقاصد کے لئے ان فتوؤں کو مشہور کرتے ہیں جو بازار میں موجود عام گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں۔

جواب: علمائے کرام کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ بت پرست، کیونٹ اور لادین ممالک میں عام ملنے والا گوشت حرام ہے، تاہم مغربی (عیسائی) ممالک میں پائے جانے والے گوشت کے بارے میں ان کی آرا مختلف ہیں:

❑ بعض حضرات مطلقاً حرام ہونے کے قائل ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں: ان میں بعض ممالک میں یہ بات عام معروف ہے کہ وہ معروف شرعی طریقہ سے ذبح نہیں کرتے بلکہ دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں جو ان کے خیال میں جانور پر رحم کرنے کی بہتر صورت ہیں مثلاً فائرنگ کر کے مار دینا، یا بجلی کا جھکا دے کر مار دینا وغیرہ اور جو لوگ معروف شرعی طریقہ اختیار کرتے ہیں، وہ بھی پہلے ایسا کوئی کام کرتے ہیں جس سے جانور کی مزاحمت کی قوت کمزور ہو جائے۔ مثلاً کوئی بھاری چیز اس کے سر پر مارنا، یا بجلی کا ہلکا جھکا دینا۔ ان میں سے بہت سے جانور انسان کے ہاتھ سے ذبح ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔

غالب گمان یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔

آج کل کے اہل کتاب عام طور پر الحاد اور بے دینی اختیار کر چکے ہیں۔

❑ بعض حضرات مطلقاً جواز کے قائل ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں: اہل کتاب جانور کو بے روح کرنے کے لئے جو بھی طریقہ اختیار کرتے ہیں، اور ان کے علماء اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، وہ ان کا کھانا ہے۔ جس کو اللہ نے ہمارے لئے حلال قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَّكُمْ﴾ ”جنہیں کتاب دی گئی، ان کا کھانا

تمہارے لئے حلال ہے۔“ ابن العربی کی کتاب ’احکام القرآن‘ میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔

○ اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی شرط یہ نہیں کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، بلکہ یہ شرط ہے کہ وہ غیر اللہ کے نام منسوب نہ کیا گیا ہو۔

○ اہل کتاب میں سے جو شخص نصرا نیت کو اپنا دین ماننے کا مجمل اقرار کرتا ہے، وہ اہل کتاب میں شامل ہے، اس پر اہل کتاب کے احکام جاری ہوں گے، خواہ انہوں نے اپنے مذہب میں تحریف کر لی ہو۔

□ بعض علماء کرام فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا ذبیحہ بنیادی طور پر حلال ہے۔

تاہم اس سے مندرجہ ذیل اشیاء مستثنیٰ ہیں:

← جس جانور کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس کو اسلامی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا۔

↑ جسے غیر اللہ کے نام منسوب اور مشہور کیا گیا ہو۔

→ جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اسے ذبح کرنے والا بت پرستی یا الحاد کا مذہب اختیار کر چکا ہے اور تمام آسمانی مذاہب کا کلیہ منکر ہے۔

ان اجتہادات پر غور کرنے سے ہمیں مندرجہ ذیل امور صحیح معلوم ہوتے ہیں:

صحیح اہل کتاب کا وہ ذبیحہ جائز ہے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے، اور جس پر اُمت کا اجماع ہے۔

صحیح ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اسے (اللہ کا نام لے کر) ذبح کیا جائے، اور وہ غیر اللہ کے نام کا نہ ہو۔

صحیح ہر اس شخص کو اہل کتاب میں شامل سمجھا جائے گا جو خود کو یہودی یا عیسائی کہتا ہے، اور اجمالی طور پر یہودیت یا عیسائیت کو اپنا دین قرار دیتا ہے۔ وہ اس وقت تک اس

صفت کے حامل سمجھے جائیں گے جب تک اس اقرار کے منکر ہو کر مکمل طور پر بت پرستی یا الحاد کو مذہب کے طور پر قبول نہیں کرتے۔ تثلیث وغیرہ کے غلط عقائد رکھنے کی وجہ سے

وہ اس صفت سے (یعنی اہل کتاب ہونے سے) خارج نہیں ہوں گے۔ قرآن میں یہ عقائد رکھنے والوں کو اسی نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔

۱۔ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا وہ جانور، جو شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا، اسے حلال قرار دینا محل نظر ہے۔ اس بارے میں ابن العربی کے قول پر اعتماد کرنا ضعیف موقف ہے۔ کیونکہ ابن العربی سے پہلے کسی عالم نے یہ موقف اختیار نہیں کیا۔ بلکہ خود ابن العربی نے مذکورہ بالا کتاب میں اس فتویٰ کے خلاف بات کی ہے۔ اس لئے بہت سے مالکی علما اسے شاذ قول قرار دیتے ہیں۔ بسطامی نے یہاں تک کہہ دیا ہے:

”کاش ان کا یہ قول موجود نہ ہوتا، اور مسلمانوں کی کتابوں میں درج نہ کیا جاتا۔“

❁ سوال ۴۱: ان میں سے جس ملک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں کے لوگ شرعی طریقے سے ذبح نہیں کرتے حتیٰ کہ ان کے ہاں یہی چیز غالب اور اکثر ہے تو ان کے ذبح کئے ہوئے جانوروں سے پرہیز کرنا ضروری ہے، کیونکہ احکام کا دار و مدار اکثر اور غالب کیفیت پر ہوتا ہے۔ گوشت اور نکاح کے مسائل میں اصول یہ ہے کہ جس کے جواز کی دلیل ملے، وہی جائز ہوگا، باقی ممنوع رہے گا۔ اس بارے میں آپ کی شرعی رائے کیا ہے؟

جواب: مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں اس مسئلہ میں تیسرے فریق کی رائے زیادہ درست ہے، لیکن اس میں اس شرط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ان لوگوں کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا درست نہیں، جن کے ہاں عدم ذبح کا عمل زیادہ ہے۔ (واللہ اعلم)

❁ ہمیں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان کی روشنی میں امریکہ کے ماحول میں مندرجہ ذیل صورت حال ہے:

❶ امریکہ کا اصل قانون یہ ہے کہ ذبح اس طریقے سے کرنا ضروری ہے جس سے خون بہہ جائے۔ یہ قانون بعض طبی اسباب کی بنا پر وضع کیا گیا ہے۔ وہ اس طریقے کے بغیر ذبح کرنے کو جرم قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں ذبح کرنے کا طریقہ عام طور پر ہمارے

شریعت میں معروف ذبح یا نحر ہی میں شامل ہو جاتا ہے۔

● تمام حیوانات پر کوئی نہ کوئی ایسا عمل کیا جاتا ہے جس سے جانور کی مزاحمت کی طاقت کمزور ہو جائے تاکہ ذبح کرنا ممکن ہو سکے۔ مثلاً اس مقصد کے لئے اسے ضرب لگائی جاتی ہے یا بجلی کا جھٹکا دیا جاتا ہے۔

● یہ ضرب یا جھٹکا بنیادی طور پر جانور کو ہلاک نہیں کرتا، بلکہ اس کی مزاحمت کو کم کرتا ہے، لیکن عملی طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی جانور ذبح کرنے والے کا ہاتھ لگنے سے پہلے مر چکے ہوتے ہیں۔ جس جانور کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے، اسے انسان کے استعمال کے قابل گوشت سے الگ کر دیا جاتا ہے، لیکن بعض جانوروں کے بارے میں یہ علم نہیں ہو پاتا (کہ وہ پہلے ہی مر چکا تھا)، اور وہ دوسرے جانوروں میں مل جاتے ہیں، اس وجہ سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

● تجربات اور اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ ذبح ہونے سے پہلے مرجانے والی مرغیوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ بجلی کا کرنٹ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اس سے جانور مرتا نہیں، سوائے شاذ و نادر تعداد کے۔ اور اتنی قلیل مقدار پر مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاتی۔

● البتہ دوسرے جانور مثلاً گائیں اور بکریاں چوٹ یا کرنٹ کی وجہ سے زیادہ تعداد میں مرتی ہیں۔ کسی مذبح میں ان کی نسبت کم ہوتی ہے، کسی میں زیادہ۔ بعض ذبح خانوں میں تو یہ تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر ان ذبیحوں کو حلال قرار دینا مشکل ہو جاتا ہے، اور انہیں مشکوک یا حرام کے ذیل میں شامل کر دیتا ہے۔ اس لئے ان معلومات کی روشنی میں ان ذبیحوں کے حلال ہونے میں شبہ اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

■ شبہ کی وجہ سے اس مسئلہ میں دو عموم باہم متعارض ہیں: ایک تو یہ عموم ہے کہ اہل کتاب کے تمام ذبیحے حلال ہیں، سوائے اس خاص جانور کے، جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ مردار ہے۔ دوسرا عموم یہ ہے کہ ہر گوشت کھانا اور ہر عورت سے نکاح کرنا حرام ہے سوائے اس کے جس کے حلال ہونے کی دلیل مل جائے۔ قدیم اور ہم عصر علما میں دونوں

اقوال کے قابل موجود ہیں۔

اس سلسلے میں جو بات ہمیں صحیح معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس قسم کا گوشت کھانا شبہ کے دائرہ میں داخل ہے۔ لہذا تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے، تاہم یہ حرمت کی سطح تک نہیں پہنچتا۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنے اجتہاد کی بنا پر، یا کسی دوسرے عالم کی رائے کی بنا پر اس رائے سے اختلاف رکھتا ہے تو اسے برا نہیں کہا جاسکتا۔ (واللہ اعلم)

جب صورتِ حال یہ ہو، اور مسلمان کے لئے ممکن ہو کہ وہ شبہ سے بچ سکے اور مسلمانوں کی مارکیٹ سے ایسا گوشت خرید سکے جس کے حلال ہونے کا یقین ہو، پھر اسے کیا ضرورت ہے کہ دوسرا (مکھوک) گوشت استعمال کرے؟ وہ ایسا کیوں نہیں کرتا کہ ایک طرف تو تقویٰ کی اور اختلاف سے بچنے کی نیت رکھے، دوسری طرف غیر مسلم ممالک میں قائم اسلامی منصوبوں کی امداد اور ان کو کامیاب کرنے کی کوشش کی نیت رکھے؟ اس طرح اللہ تعالیٰ اسے دگنا ثواب دے گا، اور اسے اللہ کی دگنی رحمت حاصل ہوگی۔

یہاں ان معاشروں میں مسلمان کاروباری افراد کے لئے ایک نصیحت کرنا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس قسم کے معاشرے میں یہ بھی ایک بہت بڑی نیکی بلکہ جہاد ہے کہ بہت زیادہ منافع نہ لیا جائے۔ اجنبی دیس میں رہنے والے مسلمانوں پر نرمی کی جائے، اور یہ کوشش کی جائے کہ وہ اسلامی منصوبوں سے محبت رکھیں اور یہ بالکل حلال نہیں کہ وہ مسلمانوں کی دین سے محبت اور نبی علیہ السلام کی پیروی کی خواہش سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور ان سے ایسے نرخ وصول کریں جن سے وہ خوش نہ ہوں۔

داڑھی کا حکم؟

سوال ۴۲: میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں داڑھی کا کیا حکم ہے؟

جواب: داڑھی رکھنا واجب ہے۔ یہ ان سنتوں میں سے ہے جنہیں فطرت قرار دیا گیا ہے اور شعائرِ اسلام میں سے ہے۔ بہت سی صحیح اور صریح حدیثوں میں اسے بڑھانے کا حکم آیا ہے۔ صیغہ امر کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ سوائے اس

کے کہ کوئی قرینہ دوسرے مفہوم کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ اس لئے جمہور علما نے داڑھی بڑھانا واجب قرار دیا ہے اور اسے منڈوانا گناہ اور نافرمانی قرار دیا ہے۔ مسلمان کو یہ کام نہیں کرنا چاہئے سوائے اس کے کہ وہ انتہائی مجبور ہو جائے۔ جس طرح ممنوع امور کا معاملہ ہے کہ ان کا جواز صرف شدید مجبوری کی حالت میں ہوتا ہے، مسلمان مرد کو چاہئے کہ ایسی مجبوری کو جلد از جلد ختم کرنے کی کوشش کرے۔

کسی کی وفات پر کیا کرنا چاہئے؟

سوال ۴۳: میرے خاوند کے ساتھ ترکی کا ایک عالم آدمی کام کرتا ہے۔ آج صبح وہ کام پر نہ آیا، اور اس نے ہمیں اطلاع دی کہ اس کا بڑا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اس کا بیٹا وفات پا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے کچھ پھول وغیرہ بھیجیں۔ لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ اسلام کے بارے میں ہماری معلومات محدود ہیں۔ اس موقع پر اس سے اور اس کے گھر والوں سے تعزیت اور اظہارِ افسوس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: سب سے پہلے تو میں آپ کے نیک جذبات پر آپ کی تحسین کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس سے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں اور اسے اچھے الفاظ کے ساتھ تسلی و تشفی دیتے ہوئے صبر کی تلقین کر سکتے ہیں۔ اور اس کے بیٹے کے لئے بخشش اور جنت کی دعا کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی دلجوئی کے لئے کچھ رقم بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ کسی قریبی مقام پر رہتے ہیں تو اس کے لئے اور اس کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیج سکتے ہیں، کیونکہ مرحوم کے گھر والے جنازہ وغیرہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے کھانا تیار نہیں کر سکتے۔ اس لئے اسلام کا یہ طریقہ ہے کہ اس حال میں ان کے لئے کھانا تیار کیا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

انتخابات میں حصہ لینے کا حکم؟

سوال ۴۴: انتخابات میں حصہ لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: دین کی تائید اور مسلمانوں کے لئے بعض فوائد کے حصول کے لئے سیاست میں محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حصہ لے کر انتخابات میں شریک ہونا، اور بعض امیدواروں کو ووٹ دینا حالات پر اثر انداز ہونے کی ایک صورت ہے جس کا مقصد حالات کو کلی یا جزوی طور پر تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ اس کا فیصلہ فوائد اور خرابیوں کے موازنہ کے اصول کو سامنے رکھ کر کیا جانا چاہئے۔ لہذا زمان و مکان اور حالات کے لحاظ سے فتویٰ تبدیل ہو جاتا ہے۔ دوسرے اعمال کی طرح اس کے مشروع ہونے کے لئے بھی کچھ قواعد و ضوابط کی پابندی کرنا لازمی ہے اور کچھ ممنوعہ امور سے بچنا ضروری ہے، تاکہ یہ عمل صحیح طریقے سے پورا ہو سکے۔

﴿مذکورہ بالا انداز کا سیاسی عمل، ان قوانین اور نظام ہائے عمل کی روشنی میں، جن پر مسلم ممالک میں یا ان سے باہر عمل کیا جاتا ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بعض فوائد کے حصول، بعض خرابیوں کے ازالہ اور بعض مظالم کے خاتمہ کے لئے جزوی تبدیلی لانے کا ایک راستہ ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کے ذریعے مکمل تبدیلی لائی جاسکتی ہے اور وہ اسلامی نظام قائم کیا جاسکتا ہے جو واقعہً مطلوب ہے۔ ترکی اور الجزائر میں پیش آنے والے بعض واقعات غالباً اس کی ایک واضح دلیل کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

﴿اسلامی ذہن رکھنے والے بعض افراد کا سیاسی عمل میں حصہ لینا اور اس سلسلے میں دوسرے افراد کا ان کی مدد کرنا درست ہے جب کہ اس کے فوائد اس کے نقصانات سے زیادہ ہوں۔ بشرطیکہ ساری کی ساری جدوجہد اسی مقصد (یعنی انتخاب میں کامیاب ہونے) کے لئے نہ ہو جائے، اور کارکنوں کے ذہن میں یہ بات نہ بیٹھ جائے کہ مطلوبہ تبدیلی کے لئے صرف یہی طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے اور اس کی وجہ سے دوسروں کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے، اور اس کی وجہ سے یہ کام کرنے والوں میں اختلاف اور گروہ بندی پیدا نہ ہو جائے، اور ایک پارٹی کو دوسری پارٹی پر ترجیح دینے کے بارے میں ان کا موقف ایک دوسرے کے خلاف نہ ہو اور اس کی وجہ سے دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا کام کم نہ ہو جائے۔

﴿مغرب میں سیاسی کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک سیاسی منشور پر اتفاق ہو، جس میں وہ کم از کم مطالبات اور مقاصد بیان کئے جائیں جو معقول بھی ہوں اور اس معرکہ

ہماری دیگر مطبوعات



مجلس التحقیق الاسلامی



J-99 ماڈل ٹاؤن لاہور 54700

فون: 5866396, 5866476, 5839404